هفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۷ جمادی الاُخریٰ ۱۴۰۳ھ

یکم، ۸ راپریل ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ
دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ ——— حضرت لاہوری قدس سرہ

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ جَمِیْعًا یَنْظُرُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ فَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ یَّنْظُرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ۔ (متفق علیہ)

عائشہ رضؓ سے روایت ہے ۔ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ جمع کئے جائیں گے۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ ! مرد اور عورتیں سب اکٹھے ہوں گے تو ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ ! وہ معاملہ اس سے زیادہ سخت ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔

———

عَنْ اَنَسٍ رضؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْشَرُ الْکَافِرُ عَلٰی وَجْھِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ اَلَیْسَ الَّذِیْ اَمْشَاہُ عَلَی الرِّجْلَیْنِ فِی الدُّنْیَا قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّمْشِیَہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (متفق علیہ)

انس رضؓ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے نبی ! قیامت کے دن کافر کو منہ کے بل کس طرح چلایا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا کیا وہ اللہ جس نے اسے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا تھا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اسے قیامت کے دن مونہہ کے بل چلا دے۔

———

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَلْقٰی اِبْرَاھِیْمُ اَبَاہُ اٰزَرَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَعَلٰی وَجْہِ اٰزَرَ قَتَرَۃٌ وَّ غَبَرَۃٌ فَیَقُوْلُ لَہٗ اِبْرَاھِیْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ لَا تَعْصِنِیْ فَیَقُوْلُ لَہٗ اَبُوْہُ فَالْیَوْمَ لَا اَعْصِیْکَ فَیَقُوْلُ اِبْرَاھِیْمُ یَا رَبِّ اِنَّکَ وَعَدْتَّنِیْ اَلَّا تُخْزِیَنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ فَاَیُّ خِزْیٍ اَخْزٰی مِنْ اَبِی الْاَبْعَدِ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنِّیْ حَرَّمْتُ الْجَنَّۃَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ثُمَّ یُقَالُ لِاِبْرَاھِیْمَ مَا تَحْتَ رِجْلَیْکَ فَیَنْظُرُ فَاِذَا ھُوَ بِذِیْخٍ مُّتَلَطِّخٍ فَیُؤْخَذُ بِقَوَآئِمِہٖ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ (رواہ البخاری)

ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابراہیم اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن ملیں گے اور آزر کے منہ پر سیاہی (غم کے باعث) اور غبار چھایا ہوا ہوگا ابراہیمؑ اس سے فرمائیں گے کیا میں تم سے کہتا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کر، ان کا باپ کہے گا آج تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر ابراہیمؑ کہیں گے اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے تو مجھے خوار نہیں کرے گا۔ اس سے بڑھ کر اور بڑی خواری کون سی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ تیری رحمت سے دور ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے کافروں پر

(باقی ۱۲ پر)

جامع مسجد شیرانوالہ میں آیت کریمہ ۲۱ را پریل بروز جمعرات بعد نماز مغرب پڑھی جائے گی۔ (انتظامیہ)



جلد ۲۸ شمارہ ۳۶-۴۰

یکم، ۸ راپریل ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر - ایم اے ایل ایل بی

دفاتر
کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ، بھلی چورنگی ناظم آباد، کراچی ۲۱۱۴۴۳
لاہور: خدام الدین مرکز، اندرون شیرانوالہ دروازہ، فون ۶۲۹۱۴

بدل اشتراک
سالانہ ——— ۸۰ روپے
ششماہی ——— ۴۵ روپے
سہ ماہی ——— ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے

ناشر مولانا عبید اللہ انور، طابع الٰہی بخش
مطبوعہ کوہ نور پرنٹرز ۴۱۰ ... ان

قدیم تاریخی ریکارڈ

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ماہنامہ مجلہ المعارف کی اشاعت فروری ۱۹۸۳ء میں سید سبط حسن ضیغم کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے "تحریک مجاہدین اور برطانوی ریکارڈ"۔

اس میں موصوف نے ہوم ڈیپارٹمنٹ پنجاب کے ایک گشتی مراسلہ مجریہ ۲۸ راپریل ۱۸۷۶ء کی رپورٹوں کی روشنی میں مرتب ہونے والی فائل نمبر ۲۱ کے حوالہ سے اس وقت کے مجاہدین کی ضلع وار تفصیل فراہم کی ہے۔ فائل نمبر ۲۱ کی روشنی میں ڈاکٹر پی ہارڈی کا مضمون جنرل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان جامعہ پنجاب کی پہلی جلد کے دوسرے شمارے میں شائع ہوا پھر یہی مضمون پٹیالہ یونیورسٹی شعبہ تاریخ کے ریسرچ جنرل شمارہ نمبر ۳۰ میں شائع ہوا۔ اسی مضمون کی روشنی میں سید سبط حسن صاحب نے یہ کام کیا ہے۔

انہوں نے اپنے مضمون کی ابتدائی سطور میں جو یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ تحریک مجاہدین کے اکابرین حضرت الامام السید بریلوی اور حضرت الشاہ اسمٰعیل الدھلوی وغیرہ کا نقطہ نظر پنجاب میں جس کی حدود اس وقت دہلی سے پشاور و ہزارہ تک پھیلی ہوئی تھیں، سکھ گردی کا استیصال تھا اور انگریز بہادر سے مقابلہ و مخاصمت کچھ بھی نہ تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کو حقیقت کی روشنی میں تسلیم کرنا بڑا مشکل ہے۔ مولانا غلام رسول مہر اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جیسے حضرات اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں اور خود سید صاحب کے مکاتیب میں اس سلسلہ میں واضح اشارات موجود ہیں کہ وہ "بیگانگان بعید الوطن" کا استیصال کر کے مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال کرنا چاہتے تھے ——— اس کے ساتھ ہی فکر ولی اللٰہی جس کی روشنی میں یہ تحریک پروان چڑھی اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کا فتویٰ بھی ضیغم صاحب کے

موقف کی نفی کرتا ہے ــــ ساتھ ہی ان کا یہ تأثر دینا کہ ان حضرات کی تگ و دو کے نتیجہ میں عدم تقلید کا مسلک رائج ہوا یا اس کی ترویج ہوئی اور ان حضرات کی فکر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی فکر سے مماثلت رکھتی تھی، یہ بھی صحیح نہیں۔ یہ حضرات بہر طور اپنے اکابر و اساتذہ کی طرح حنفی مسلک کے پابند تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عقیدہ و مسلک میں انہیں جو صلابت و پختگی عطا فرمائی تھی اس کا سبب تھا کہ عقیدۂ توحید و رسالت کی نزاکتوں سے وہ خوب واقف تھے ان میں خلط ملط ان کے نزدیک ہی نہیں ہر صحیح الفطرت مسلمان کے نزدیک غلط ہے۔ انہوں نے بدعات و خرافات کے خلاف مؤثر جہاد کیا اور تحریری و تقریری طور پر خدمات سرانجام دیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اَن گنت بندوں کی اصلاح ہوئی، ان کے عقائد درست ہوئے، ان کی معاشرت و اعمال میں انقلاب آیا اور وہ پختہ کار مسلمان ہوگئے۔ ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے اپنے مفادات کی بربادی پر واویلا بھی کیا۔ ان حضرات اور ان کے رفقاء کے خلاف تکفیر و تفسیق کے فتوے جاری کئے لیکن ان "ہما فطرت" اور "بادن گزنے" بزرگوں کا آشیانہ بہت بلند تھا اور وہ اس قسم کی ژاژخائی سے قطعاً متاثر ہونے والے نہ تھے۔

رہ گیا شیخ نجدی کا معاملہ تو اگر کسی کو کوئی فطری مماثلت نظر آتی ہے تو اس میں تعجب کی بات نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ مشرق و مغرب کا بسنے والا ہر صحیح الفکر مسلمان ایسا ہی ہوگا۔ لیکن شیخ سے ان حضرات کا متاثر ہونا یا اس قسم کی کوئی بات نہیں اس لئے کہ ان حضرات کے سفر حرمین شریفین سے قبل شیخ کا حلقہ وہاں ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ اور وہاں اس عنوان و فکر سے گفتگو کوئی نہیں کر سکتا تھا ــــ پھر یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ ان حضرات کی تربیت دہلی کے جس دبستان علمی و روحانی میں ہوئی تھی اس کا علمی مذاق قرآن و سنّت سے گہری وابستگی، فقہی معاملات میں اعتدال و میانہ روی اور ٹھوس عقائد و نظریات کا ایک زمانہ معترف ہے جن کے یمین و یسار قرآن و سنت کا چشمہ صافی جاری ہو انہیں کسی اور طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی کیا ضرورت تھی ــــ

اس سلسلہ میں مرزا حیرت دہلوی جیسے غیر محتاط اہل قلم کے حوالے یا ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی کتابوں سے استدلال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے عمر کے آخری دور میں مخصوص عوامل و محرکات کے سبب ایک خاص انداز سے سوچنا شروع کر دیا تھا اور انہیں خیال ہو چلا تھا کہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے گروہ کے "جدِ اعلیٰ" بھی شاید آزادی کے ہیرو ہیں ــــ فیا للعجب و یا حسرتا۔

رہ گیا حافظ محمود شیرانی مرحوم کا یہ فرمان کہ "جب سیّد صاحب سرحد پہنچے تو اس وقت پنجاب و سرحد میں انگریز کا نام و نشان نہ تھا ــــ تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ ان حضرات کی تحریک انگریز کے خلاف نہ تھی۔ مخصوص حالات کے پیش نظر ان بزرگوں نے یہاں سے کام شروع کیا، مشیت ایزدی غالب آئی اور وہ وہیں شہید ہو گئے ــــ لیکن ان کے گرامی مرتبت اخلاف نے ان کا مشن نہ چھوڑا اور انگریز کے خلاف آئندہ چل کر برابر سرگرم عمل رہے ــــ جو بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرات کیا چاہتے تھے۔

تاہم ضیغم صاحب کے اس مطالبہ کا جہاں تک تعلق ہے کہ چونکہ اس سلسلہ کے جملہ ریکارڈ کو برطانوی حکومت ایک عرصہ سے ریسرچ سکالروں کے لئے اوپن کر چکی ہے اور بھارتی حکومت بھی ۱۹۴۰ء تک کا ریکارڈ اوپن

(باقی ۱۲ پر)

خطبۂ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

پریشان حال طبقات کیساتھ کیسا سلوک ہو؟

جانشینِ شیخ التفسیر رح حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَاخفض جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (صدق اللہ العلی العظیم) (الحجر : ۸۸)

بزرگان گرامی!

حدیث کی مشہور کتاب "مسلم شریف" کے حاشیہ نگار اور مشہور محدث امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معروف کتاب "ریاض الصالحین" میں ایک باب میں ان احادیث و آیات کو جمع کیا ہے جن کا تعلق یتیموں اور بچیوں کے ساتھ ملاطفت اور نرمی کا برتاؤ کرنے کی تاکید سے ہے اور ساتھ ہی ان آیات و احادیث سے عمومی طور پہ ضعفاء، مساکین کے ساتھ نرمی، ان کے ساتھ احسان کرنے، ان پر شفقت کرنے اور ان کے ساتھ تواضع کا معاملہ کرنے اور اپنے رحمت و شفقت کے پر ان کے سامنے پھیلا دینے کا ذکر ہے ــــ گویا انسانیت کے بنیادی تقاضوں کا ذکر کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ ایک انسان کو عمومی طور پہ دوسرے انسانوں سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ اور خاص طور پر ان طبقات کے ساتھ جو معاشرہ میں دکھ، درد اور پریشانیوں کا شکار ہوتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاشرہ میں بیمار و تندرست، مالدار و محتاج، طاقتور اور کمزور ہر قسم کے لوگ ہیں۔ تندرست، مالدار اور طاقتور لوگوں کا فرض ہے کہ وہ بیمار، محتاج اور کمزور طبقوں کا زیادہ لحاظ رکھیں اور ان کے ساتھ رحمدلی شرافت، مروّت و نیکی اور احسان و خوش روئی کا رویہ اپنائیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے اور بندہ دارین کی سعادتوں کا مستحق ہو جاتا ہے ــــ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو آیات و احادیث اس ضمن میں نقل کیں ان کا مختصراً مفہوم پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے۔

ایک تو یہی آیت کریمہ ہے جو ابتداء میں نقل کی گئی۔ یہ سورہ حجر کی آیت ۸۸ کا بلکہ ایک ٹکڑا ہے جس میں پیغمبر اسلام علیہ السلام کو ہدایت ہے کہ :-

"مومنوں کے ساتھ خاطر اور تواضع سے پیش آنا"۔

آیت کے پہلے ٹکڑے میں کافروں کا ذکر ہے اور حضور علیہ السلام کو ارشاد ہے کہ ہم نے کافروں کی جماعتوں کو دنیوی آسائشوں سے سرفراز کیا ہے۔ (وہ آخرت میں ان آسائشوں سے محروم رہیں گے) (ان کے ظاہری حالات دیکھ کر) ان کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھانا (اور جب وہ شامت اعمال کا شکار ہوں تو پھر) ان کے حالات پر افسوس نہ کرنا ــــ آگے مسلمانوں کا ذکر ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے ساتھ خاطر اور تواضع سے پیش آنا۔ سورۂ کہف کی آیت ۲۸ میں ہے

"جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان کی طرف سے گذر کر اور طرف نہ دوڑیں کہ تم دنیا کی زندگی کی آرائش کے خواستگار ہو جاؤ اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا وہ تو بس اپنی ہی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ آپ اس کا کہنا نہ مانیں (افسوس کہ اس کا) معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے۔

سورہ الضحیٰ کی آیت ۹۔۱۰ میں ارشاد ہوا:۔

"تم بھی یتیم پر ستم نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو۔"

جب کہ سورۂ ماعون کی ابتدا میں اس شخص کو یوم دین و جزا کا منکر بتلایا۔ جو یتیم کو دھکے دیتا اور فقراء کی خدمت (نہ خود کرتا ہے) نہ لوگوں کو اس کی ترغیب دیتا ہے۔

مظلوم طبقات اور احادیثِ نبویہ

اسی سلسلہ کی چند احادیث سن لیں تاکہ اس قسم کے مظلوم اور ستم رسیدہ طبقات کے متعلق اللہ تعالےٰ کے احکامات سامنے آجائیں اور ہمارا ضمیر و احساس بیدار ہو کر اپنی ذمہ داریاں محسوس کرسکے۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ ہم چھ آدمی نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ کفار و مشرکین کے سرداروں نے آپ سے درخواست کی کہ کچھ وقت کے لئے انہیں علیحدہ کر دیں (وہ ان غریب لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر حق کی بات سننا پسند نہ کرتے، اس لئے انہوں نے یہ درخواست کی) حضرت سعد نے بعض حضرات کے نام بھی گنوائے۔ مثلاً وہ خود، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہم وغیرہ — غالباً سرکار دو عالم علیہ السلام کے دل میں کچھ خیال آیا کہ یہ تو میرے ہیں ہی، شاید وہ بھی اسلام قبول کر لیں لیکن اس کی نوبت اللہ نے نہ دی اور فوراً وہ آیت اتری جو سورۂ انعام کی آیت ۵۲ ہے اس میں ہدایت کر دی گئی کہ جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے صبح و شام اس کا نام لیتے ہیں۔ انہیں اپنے سے دور کرنے کی اجازت نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ حضرت سعد بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں — کہ حضور نبی مکرم قائدنا الاعظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

"یتیم کے معاملات کی کفالت کرنے والا اور میں "اس طرح" جنّت میں ہوں گے۔"

"اس طرح" کی وضاحت آپؐ نے خود ہی فرمائی اور وہ یوں کہ اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا —— اور ایک روایت اسی قسم کی امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قریبی عزیز یتیم کی کفالت کرے یا اجنبی شخص یہ نیکی سرانجام دے۔ سبھی اسی طرح حضور علیہ السلام کی جنّت میں رفاقت حاصل کریں گے۔

یتیم اور مسکین کون؟

یتیم کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ یتیم اسے کہتے ہیں جو نابالغی کے عالم میں سایہ پدری سے محروم ہو جائے۔ رہ گیا مسکین تو حضور علیہ السلام کے بعض ارشادات جو ائمۂ حدیث نے نقل کئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکین وہ نہیں جو لوگوں سے مانگتا پھرے اور لوگ باگ اسے ایک دو کھجوریں دے دیں یا اور کچھ دے دیں

بلکہ مسکین وہ ہے جو اپنے آپ کو مانگنے سے بچائے اور لوگ اس کی خود خدمت کریں —— گویا ہم اپنی زبان میں جس کو سفید پوش کہتے ہیں وہ حقیقی معنوں میں مسکین ہے —— اس میں سبق یہ ہے کہ آدمی ہاتھ پھیلانے سے اپنے آپ کو بچائے کہ اس میں ذلّت و رسوائی ہے اور اغنیاء کا فرض ہے کہ وہ ایسے ضرورت مند اور سفید پوش لوگوں کو تلاش کر کے ان کی خدمت کریں کہ اس میں بہت ہی اجر و ثواب ہے۔

ولیمہ

شادی کے بعد اعزہ اور احباب کو دعوت دی جاتی ہے اسے ولیمہ کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے خود بھی ولیمہ کیا اور احباب کو بھی تلقین کی لیکن غریب پروری اور مسکین و کمزور لوگوں کا جو لحاظ دین فطرت میں رکھا گیا ہے اس کو سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں بھی نہیں بھولے —— ارشاداتِ نبوی ملاحظہ فرمائیں:۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ تعالےٰ نے متفرق روایتیں نقل کیں راوی مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں ولیمہ کو "شرّ الطعام" ارشاد فرمایا گیا کیوں؟ اس لئے کہ جو آنے کے خواہش مند ہوتے ہیں (فقراء و مساکین) انہیں تو روکا جاتا ہے (اور جو سو نخرے کرتے ہیں یعنی امراء و اغنیاء) انہیں بلایا جاتا ہے — حضور علیہ السلام نے اس دعوت کو رد کرنے والوں کے لئے فرمایا۔ کہ وہ اللہ اور اس رسولؐ کے نافرمان ہیں —— لیکن یہ ذہن میں رکھیں کہ محض اغنیاء کو بلا کر اور فقراء کو نظرانداز کر کے اس کھانے کو شرّ الطعام بنا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں اسے "بئس الطعام" (برا کھانا) کہا گیا۔ اور وجہ صاف ذکر کر دی گئی کہ اس میں اغنیاء کو ہی بلایا جاتا ہے اور فقراء کو چھوڑ دیا جاتا ہے —— اسلام کا ذوق یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کو برابر سمجھو سب کا لحاظ رکھو، امیری و غریبی ڈھلتے سائے ہیں۔ معاملہ ان سے نہ رکھو انسانوں سے رکھو، آج کوئی فقر کا شکار ہے تو کل تم پر بھی ایسا وقت آسکتا ہے۔

بچیوں کی تربیت

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ گھر میں بچے کی پیدائش پر جو خوشی ہوتی ہے اس کا اظہار بچیوں کی خوشی پر نہیں ہوتا۔ قرآن عزیز نے بچیوں کی ولادت پر کافروں کی مکروہ فطرت کا ذکر کیا کہ وہ اس خبر سے کس طرح غمزدہ اور پریشان ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ جنس بھی اللہ کی نعمت ہے۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں جو دو بچیوں میں مبتلا کیا گیا (اسے دو بچیاں ملیں ان کو پالا پوسا، شادی کی) وہ میرے ساتھ قیامت میں ایسے ہوگا جیسے انگلیاں ملی ہوتی ہیں۔ ایک حدیث میں بچیوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی خدمت کو جہنم سے بچاؤ اور آڑ کا ذریعہ ارشاد فرمایا ——

—— (بخاری مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا)

اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا۔ یتیم اور عورت کا حق ضائع کرنے والوں کے لئے سخت وعید کا ذکر ہے اور ان دونوں کو ضعیفوں کے طبقات میں شمار کر کے ان کے حقوق کی محافظت پر توجہ دلائی گئی۔ اور ایک روایت میں جو الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بخاری اور ابوداؤد میں موجود ہے اس میں حضور اکرم نبی مکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تمہاری زندگی کے مختلف میدانوں میں جو مدد ہوتی ہے اور تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے تو وہ تمہارے ضعیف طبقوں کے سبب، (اللہ تعالےٰ انہیں تمہاری مدد و روزی کا ذریعہ بنا دیتے ہیں)

عزیزان گرامی! ایک تو عورت کے حق میں مگرمچھ کے آنسو بہا کر اس کو سڑکوں پر لانے والے

(باقی ۲۱ پر)

بدعت اور سنّت کی تشریح

واہ کینٹ میں خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب کا خطابِ لاجواب

مرتبہ محمد عثمان غنی واہ کینٹ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (سورۃ الحجر آیت نمبر ۹)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَآئِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى خَلْقِهٖ ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّ يَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ ۔

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسول النبیّ الکریم ۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَصَلِّ كَذٰلِكَ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نام احمدؐ رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا
یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امامِ امم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

تمہیدی کلمات

حضرات! بہت زیادتی کی بات ہے کہ اکابر کے ارشادات کے بعد مجھ جیسا ہیچمدان کچھ کہے ۔ بہرحال نہایت اختصار اور ایجاز سے ایک آدھ بات کہنا چاہتا ہوں ۔ پھر باقی پروگرام ہیں ۔

دعا ابتدائیہ

اللہ تعالےٰ ہمارے ان بزرگوں کو ہمارے سروں پر سلامت باکرامت رکھیں اور اس فیضان کو جاری و ساری فرمائیں اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں ۔

دو نعمتیں

میں اس مختصر وقت میں بغیر کسی تمہید کے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دنیائے فانی میں پروردگار نے دو نعمتیں مسلمانوں کو ایسی دیں جن کی نظیر اور مثال نہیں ۔ ایک نعمت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اور دوسری نعمت قرآن مجید ہے ۔ یہ دو بہت بڑی نعمتیں ہیں ۔ ویسے تو اللہ پاک کی نعمتوں کو شمار کر سکتا ہی کوئی نہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراہیم ۳۴)

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو تم گن نہیں سکتے ۔ ساری مخلوق گننے پر آمادہ ہو جائے ، ہمارے جسم اور جسد اور تن اور بدن کے ہر بال کو اگر زبان بھی مل جائے اور ہم اللہ پاک کی نعمتوں کا تشکّر ادا کرنا چاہیں تو ہم عہدہ برآ نہیں ہو سکتے ۔ اتنی نعمتیں ہیں ۔ اور یہ جو دو نعمتیں ہیں اتنی بڑی نعمتیں ہیں کہ میں کیا عرض کروں ؟ اور اللہ کا ہم پر اتنا احسان ہے کہ ان دو نعمتوں سے نوازا ہے ۔ وہ کیا ہیں ؟ قرآن مجید اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وجودِ مسعود ۔ یہ دو نعمتیں ہیں ان کی قدر کرنی چاہیئے ۔ انہی کی وجہ سے نجات کا سامان ہے ۔ اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں ۔

حفاظتِ قرآن کریم

تو میں نے جو آپ کے سامنے آیت کریمہ تلاوت کی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ اس میں تو پروردگار نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو خود ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔ تو قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور پروردگار اس کی حفاظت کا سامان یہ فرما رہے ہیں کہ اس کے الفاظ و نقوش کو محفوظ رکھنے کے لئے حفّاظ پیدا کر رہے ہیں ۔ دس دس سال کے بچے قرآن مجید کو یاد کر رہے ہیں اور اس کے معانی کو محفوظ رکھنے کے لئے علماء کرام ، حضرت قاضی صاحب کا وجودِ مسعود آپ کے سامنے ہے کہ اس علاقے میں کتنے عرصے سے یہ فیضان جاری اور ساری ہے ۔ ان کی ان سعادتوں کو دیکھ کر رشک آتا ہے کہ پروردگار جس کو نوازے ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ تو مالک کی دین ہے ۔ جب دینے پہ آتا ہے تو کس انداز سے دیتا ہے ۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے بزرگ آپ کے سامنے تو تشریف فرما ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو دیر تک سلامت رکھے ۔ کس کے صاحبزادے ہیں ؟ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری شیخ التفسیر رحمۃ اللہ کے ۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ، اوپر خاندان کو دیکھیں ۔ اوپر نو مسلم ہیں اور آگے جو بیٹا پیدا ہو رہا ہے قرآن مجید کا شیخ التفسیر کہلاتا ہے ۔ یہ اللہ کی دین نہیں تو کیا ہے ؟ آج وہاں جا کر شیرانوالے میں فیضان کو دیکھیں ۔ جمعرات کی مجلسِ ذکر کو دیکھیں ۔ آج انہی کی وجہ سے یہ نورانیت ہے اور خدا کے عذاب ٹل رہے ہیں ۔ ہم تو دعوت دے رہے ہیں اللہ کا عذاب آئے لیکن جہاں قرآن کھلتا ہے ، پڑھا جاتا ہے ، سنا جاتا ہے ، تشریح ہوتی ہے ، توضیح ہوتی ہے ۔ تفسیر ہوتی ہے ۔ اللہ پروردگار اپنے فیصلے بدلتا ہے کہ نہیں ، میری کتاب کی خدمت ہی ہو رہی ہے ؎

دنیا نے دین کو بھلا رکھا ہے
غفلت کی نیند نے سُلا رکھا ہے
اس دور میں خوش نصیب ہے وہ اکبر
جس نے قرآن کو کھلا رکھا ہے

اللہ ہم کو توفیق نصیب فرمائے —— تو قرآنِ پاک کی حفاظت ہو رہی ہے ۔

عباداتِ نبویّہ کا نقشہ

ہماری ماں —— ساری امّت کی ماں ، حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جو مزاج شناس نبوّت اور عینی گواہ ہیں گھریلو زندگی کی ، جو یہ بتا سکتی ہیں کہ میرا آقا —— ہم سب کا آقا —— رات کو کیا کرتے تھے ؟ عبادات کس طرح کرتے تھے ؟ وہ فرماتی ہیں ۔ کھڑے ہیں تو تصوّر یہ ہوتا تھا کہ آج رکوع نہیں کریں گے ، اگر رکوع میں گئے ہیں ، اتنا لمبا رکوع ہے کہ شاید آج اٹھیں گے نہیں ۔ سجدے میں پڑے ہیں تو بعض دفعہ خیال یہ ہوتا تھا شاید روح پرواز کر گئی ہے ۔ رات عبادت میں گذرتی ہے ، پاؤں مبارک سوج

جاتے ہیں اور صحابہؓ رو کر کہتے ہیں یا رسول اللہ! اتنی عبادت، ریاضت، محنت کیوں آپ کرتے ہیں؟ تو جواب کیا فرماتے ہیں؟ ہم سب کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم) اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

غلط طریقہ میلاد النبیؐ

آج ہم شکر کس طرح ادا کرتے ہیں؟ یہ جشن سے شکر ادا نہیں ہوتا، جھنڈیوں سے شکر ادا نہیں ہوتا، جلوسوں سے شکر ادا نہیں ہوتا۔ ایمانداری سے کہتا ہوں کوئی نہ جھنڈی ہو، نہ شبیشہ ہو، نہ کوئی جلوس ہو، کچھ بھی نہ ہو، اگر حضورؐ کی سیرت کو اپنا لیا جائے۔ خدا کی قسم کھاؤں تو حانث نہیں ہوں گا اللہ اور اس کے رسولؐ راضی ہوں گے۔ آج ہم نے رسمی درجے میں رکھ لیا ہے اور حضورؐ کی سنّتیں چن چن کر، گن گن کر ختم کر رہے ہیں۔

حضورؐ کی سیرت

ہماری ماں سے پوچھا گیا کہ آپؓ سے بڑھ کر کون حضورؐ کو جاننے والا ہے، آپؓ بتائیے حضورؐ کی سیرت کیا ہے؟ حضورؐ کا اخلاق کیا ہے؟ حضورؐ کا کردار کیا ہے؟ حضورؐ کے اعمال کیا ہیں؟ حضورؐ کے افعال کیا ہیں؟ آپؓ بتائیں ـــ تو ہماری ماں نے کیا جواب دیا ـــ امّ المومنینؓ کیا جواب دیتی ہیں؟ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن۔ حضورؐ کی سیرت سارا قرآن ہے۔

غریب طلباء کا احسان امّت پر

تو میں ایک بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ قرآن پاک کے بارے میں پروردگار نے فرمایا یہ کتاب ہماری ہے، ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے ـــ ہو رہی ہے حفاظت کہ نہیں؟ قیامت تک ہوگی ـــ کسی حکومت کو، کسی "بڑے" کو یہ توفیق نہیں ہوگی کہ وہ قرآن کی سرپرستی کرے ـــ بات سمجھیں ـــ نہ یہ اعلان کبھی ہوگا، نہ سنا ہے۔ نہ سنیں گے کہ جب بچہ دس سال کا قرآن یاد کرے تو اس کو سرکاری طور پر سونے کا میڈل دیا جائے گا اور تمغہ دیا جائے گا۔ پروردگار نہیں ہونے دے گا ایسا ـــ کیوں؟ ـــ کفّار یہ کہیں گے، اغیار یہ کہیں گے، دشمن یہ کہیں گے ارے قرآن یاد کرتے ہیں تو لالچ سے یاد کرتے ہیں ـــ پروردگار یہ کہلوانا نہیں چاہتا، اس لئے یاد نہیں کرتے، میری رضا کے لئے یاد کرتے ہیں، میں خود کروا رہا ہوں۔ آج غرباء کے بچے قرآن کو یاد کرتے ہیں، امیروں کے بچے اگر چھوڑتے ہیں، کوٹھی والوں نے چھوڑ دیا ہے، کٹیا والے بچے یاد کرتے ہیں، جو بڑے بڑے مالدار تھے انہوں نے چھوڑا ہے غرباء کے بچے یاد کرتے ہیں۔ ارے جن کی آنکھیں ہیں انہوں نے چھوڑ دیا ہے تو نابیناؤں کو اٹھا دیا ہے تم یاد کرو، ہم تمہیں یاد کرا دیں گے۔ آج وہ محراب و منبر کی زینت بنتے ہیں جن کو معاشرے میں حقیر سمجھا جاتا ہے، لباس پھٹا ہوا ہے، صورت اچھی نہیں ہے، آنکھوں سے معذور ہے لیکن پیغمبرؐ کے مصلّے پر وہ کھڑا ہے، اللہ اکبر کہتا ہے، پیچھے کار والا بھی، کوٹھی والا بھی، مالدار بھی، زردار بھی، سب کھڑے ہیں پیچھے اس امام کے۔ تو میں جملہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب قرآن پاک کی حفاظت کا ذمّہ پروردگار لے رہا ہے اور ہماری ماں یہ کہتی ہے کہ حضور علیہ السلام کے سارے اخلاق کیا تھے ـــ؟ قرآن تھے، تو سیرت کی بھی حفاظت پروردگار کر رہا ہے۔

اسلام کا زندہ معجزہ

آج کوئی نبی ایسا دنیا نہیں بتا سکتی۔ آج میں امریکہ کو چیلنج کر سکتا ہوں ـــ میں آج یہودیوں کو پکار سکتا ہوں، میں آج دیگر مذاہب والوں کو للکار

سکتا ہوں، ان کی رگِ حمیّت بھڑکا سکتا ہوں کہ کم از کم اگر تم میں غیرت ہے تو آؤ اپنے نبی کی سیرت بتاؤ، ان کا اٹھنا، ان کا بیٹھنا، ان کا چلنا، ان کا پھرنا، ان کا کھانا، ان کا پینا، ان کا اوڑھنا، ان کا بچھونا، ان کا سفر، ان کا حضر، ان کا رزم، ان کی بزم، میں یہ سچ بتاتا ہوں نہیں بتا سکتا کوئی بھی۔ لیکن آج ہم سے، علماء کرام سے حضرت مولانا عبیداللہ انور سے کوئی پوچھے، حضرت قاضی صاحب سے کوئی پوچھے تم بتا سکتے ہو؟ میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں ہم نبیؐ کی زندگی مہد سے لے کر لحد تک کی زندگی بتا سکتے ہیں۔ ہم ازواجِ مطہرات کے حجروں سے لے کر جنگ کے میدانوں تک حضورؐ کی زندگی بتا سکتے ہیں۔ آپ پوچھیں حضورؐ کھاتے کس طرح تھے؟ کتنی انگلیوں سے کھاتے تھے، کیا پڑھ کے کھاتے تھے؟ کیا پڑھ کے ختم کرتے تھے؟ ہم بتا سکتے ہیں لیٹے کس طرح تھے؟ کس کروٹ کے بل لیٹے تھے؟ کیا پڑھ کر لیٹے تھے؟ ہم بتا سکتے ہیں اٹھتے تھے تو کیا پڑھتے تھے؟ استنجے کے لئے جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ باہر آتے تھے تو کیا فرماتے تھے؟ ایک ایک بات کو پوچھو۔ اور تو اور، حضورؐ کی سیرت کی بات کہتے ہو، ارے تم پوچھو ان جانوروں کے ہم نام بتا سکتے ہیں جن پر نبیؐ نے سواری کی ہے۔ یہ بھی کوئی بتا سکتا ہے؟ حضرت موسیٰؑ جس اونٹ پر سوار ہوئے تھے اس کا نام کیا ہے؟ ہم سے پوچھو ہم بتائیں حضورؐ کی اونٹنی کا نام کیا ہے؟ خچّر پہ سوار ہوئے تو کیا تھا؟ رضاعی ماں کا نام کیا تھا؟ والد کا نام کیا تھا؟ بہن بھائیوں کے کیا نام تھے؟ ان عاشقوں نے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ اقدس کا نقشہ کھینچ کر بتا دیا۔ یہاں تک بتایا کہ حضورؐ کے سر مبارک میں، داڑھی مبارک میں سفید بال کتنے تھے؟ کوئی مثال ہے؟ یہ شرف امّت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

حضورؐ کی سیرت اور صورت دونوں محفوظ ہیں

اور پروردگار فرما رہے ہیں کہ ہم قرآن کی حفاظت کر رہے ہیں، کرتے رہیں گے، تو حضورؐ کی سیرت ساری کی ساری کیا ہے؟ قرآن ہے، تو جب قرآن کی حفاظت ہے تو سیرت کی بھی حفاظت ہوگی۔ یہ بھی محفوظ ہے۔ اور اس سے ایک دلیل اور نکلتی ہے۔ دلیل یہ نکلتی ہے کہ جس سیرت کو اب تک محفوظ رکھا ہے اور قیامت تک رکھیں گے، یہی دلیل ہے حضورؐ کے آخری نبی ہونے کی۔ اگر حضورؐ کے بعد کسی اور نے آنا ہوتا تو سیرت اس طرح محفوظ نہ رکھی جاتی۔ حضورؐ کی صورت محفوظ، آج کوئی نقشہ پوچھے ـــ شمائل ترمذی میں موجود ہے، حضورؐ کا سر مبارک کیسا تھا؟ ناک مبارک کیسی تھی؟ رخسار کیسے تھے ـــ؟ آنکھیں کیسی تھیں؟ وہ مبارک آنکھیں کیسی تھیں جن کے بارے میں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی آیت نازل ہوئی؟ (النجم ۱۷) دانت مبارک کیسے تھے؟ صحابہؓ کہتے ہیں جب حضورؐ گفتگو فرماتے تھے تو دانتوں کی ریخوں سے نور نکلتا ہوا نظر آتا تھا۔ چہرہ مبارک کیسا تھا؟ داڑھی مبارک کیسی تھی؟ سر کی زلفیں کہاں تک تھیں ـــ؟ گردن کیسی تھی؟ صحابیؓ کہتے ہیں۔ گردن مبارک کا کیا نقشہ کھینچیں؟ گڑیا کی جس طرح گردن ہو، اتنی صاف مصفّیٰ، خوبصورت۔ چھاتی مبارک کیسی تھی؟ ہاتھ کی ہتھیلی کیسی تھی؟ کلائی کیسی؟ بازو کیسا؟ ـــ یہ سب ملے گا۔ چلتے تھے تو کس طرح چلتے تھے؟ یہ نہیں کہ پوچھ پوچھ کر، نہیں۔ فرمایا اس طرح چلتے تھے گویا کہ بلندی سے نیچے کی طرف جا رہے

ہیں۔ رفتار، گفتار، کردار، اخلاق، اعمال، خصائل، شمائل ہر چیز موجود رہے گی اب ایک ہی نبی ہے دنیا میں جس کی سیرت محفوظ ہے، اس کا نام ہے محمد مل کر کہو صلی اللہ علیہ وسلم —— حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت بھی محفوظ ہے، صورت بھی محفوظ ہے —— اور کسی کی نہیں۔

بقیہ : احادیث الرسول ؐ

بہشت کو حرام کیا ہے۔ پھر ابراہیمؑ سے کہا جائے گا۔ تیرے دو پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ جب وہ دیکھیں گے تو ناگہاں وہ بصورت کفتار یعنی بجّو کے ہوگا جو خون یا مٹی میں آلودہ ہوگا۔ اس کی چاروں ٹانگوں سے پکڑا جائے گا اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

بقیہ : اداریہ

کر کے ریسرچ سکالروں کو سہولت فراہم کر رہی ہے —— لہٰذا ضروری ہے کہ :-

"برطانیہ اور بھارت کی طرح یہاں بھی اہل علم و دانش کے لئے اس ریکارڈ کو اوپن کر دیا جائے۔ بالکل درست ہے —— کیوں؟ اس لئے کہ "یہ سارا مواد پنجاب ہی نہیں پاکستان کی تاریخ کا بھی حصّہ ہے۔ جسے اہل وطن یقیناً جاننا چاہیں گے۔ یہ انتہائی بنیادی ذریعہ ہے جو قومی تاریخ کی تدوین میں کام آئے گا۔"

ہمارے یہاں قومی تاریخ کے معاملہ میں جو تغافل برتا جا رہا ہے وہ غایت درجہ افسوسناک ہے۔ اس کے نتیجہ میں اب یہاں تاریخ سازی کا دھندا شروع ہو گیا ہے اور وہ مشائخ و علماء، قائدین کرام اور جماعتیں جو ساری عمر انگریزی مفادات کے لئے کام کرتی رہیں انہیں آزادی کے ہیروز کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ برطانیہ یا بھارت پہنچ کر ریکارڈ کی چھان پھٹک ہر کسی کے بس میں نہیں، نہ ہی وہاں سے چھپ کر آنے والی چیزیں ہر شخص حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے یہ بات غایت درجہ ضروری ہے کہ تاریخی ریکارڈ سے استفادہ کی مکمل سہولتیں یہاں فراہم ہوں تاکہ نسل نو اپنے اسلاف کے کارناموں کے ساتھ ساتھ قومی غداروں اور مجرموں کے بھیانک چہروں سے بھی واقف ہو سکے —— امید کہ حکومت اس طرف خصوصی توجہ دے گی۔

محمد سمیع اللہ صاحب

کینیا کے مسلمان، مسائل اور اُن کا حل

یہ رپورٹ محترم میاں محمد سمیع اللہ صاحب نے اپنے حالیہ دورہ کینیا (شوال ۱۴۰۲ھ، اگست ۱۹۸۲ء) کے مشاہدات و محسوسات اور مطالعات کی بنیاد پر مرتب کی۔ (ادارہ)

کینیا کا کل رقبہ ۵۶۹۲۵۲ مربع کلو میٹر اور آبادی قریباً ایک کروڑ ساٹھ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ انتظامی نقطہ نظر سے یہ ملک سات صوبوں میں تقسیم ہے جن میں سب سے بڑے صوبے کا نام رفٹ ویلی ( ) ہے۔ کینیا کے سولہ بڑے بڑے قبائل ہیں سب سے بڑا قبیلہ کیکویو ( ) کہلاتا ہے۔ ملک کی واحد سیاسی جماعت "دی کینیا افریکن نیشنل یونین" (کانو) ہے جو وہاں حکومت سازی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔

افسوس ہے کینیا کی مسلمان آبادی کے متعلق صحیح اعداد و شمار حاصل نہیں ہو سکے۔ مختلف اندازوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ ان کی تعداد چالیس لاکھ سے لے کر ساٹھ لاکھ تک یعنی کل آبادی کے ۲۵٪ سے لے کر چالیس ۴۰٪ تک ہے۔ بہرحال اگر ہم یہ کہیں کہ کینیا میں مسلمانوں کی کل تعداد وہاں کی آبادی کا کم از کم ۳۳ فیصد ہے تو ایسا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ ملک کے دارالحکومت نیروبی میں اگرچہ مسلمان دس فیصد سے زیادہ نہ ہوں گے، لیکن ساحلی صوبہ، جس کا دارالحکومت ممباسہ ہے، مشرقی صوبہ، اور جنوب مشرقی صوبہ غالب مسلم اکثریت کے علاقے ہیں۔ کہا جاتا ہے کینیا میں مساجد کی تعداد پانچ ہزار ہے جن میں سے دس مسجدیں دارالحکومت نیروبی میں واقع ہیں۔

وہاں کے مسلمان بحیثیت مجموعی اقتصادی طور پر کمزور، سیاسی حیثیت سے بے اختیار اور تعلیمی نقطہ نظر سے پس ماندہ ہیں۔ وہ باہمی طور پر منتشر اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں جن کا آپس میں ایک دوسرے سے کوئی معاشرتی ربط و ضبط نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ حالت کے پیچھے کارفرما عوامل کا جائزہ لیتے ہیں تو تمام مسائل نکھر کر ہمارے سامنے آ جاتے ہیں۔

کینیا میں اسلام کا نشو و ارتقاء

مورخین اور دیگر محققین کی مشہور رائے کے برعکس براعظم افریقہ کا پہلا ملک جس نے اسلام قبول کیا مصر نہ تھا، بلکہ کرہ ارضی کے جس خطے کو اب کینیا کہا جاتا ہے، اس کا جنوب مشرقی حصہ اس تاریک براعظم کی وہ خوش نصیب سرزمین ہے جو آفتاب حق و صداقت کی ضیا پاشیوں سے سب سے پہلے منور ہوئی، مصر کا نمبر اس کے بعد آتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی خلعت ۶۱۰ء میں بمقام غار حرا عطا ہوئی۔ اور آپ نے دین حق کی تبلیغ و اشاعت کا عظیم فریضہ انجام دینا شروع کیا تو قریش مکہ میں سے چند افراد نے اسلام قبول کیا اور باقی لوگ نہ صرف یہ کہ اسلام نہیں لائے بلکہ انہوں نے سچا دین اختیار کر لینے والوں کو شدید ذہنی اور جسمانی تکالیف، تحقیر و توہین اور معاشرتی مقاطعہ جیسے انتہائی ظالمانہ اقدامات کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ پانچ سال تک اسی طرح مخالفین حق کی جانب سے بے پایاں اذیتیں برداشت کرنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالآخر اہل حق کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے دین و ایمان کی سلامتی کے لئے حبشہ کی جانب ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ ۶۱۵ء میں مسلمانوں ایک جماعت، جس میں پانچ خواتین بھی شامل تھیں، تاریخ اسلام میں پہلی ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی جہاں انہیں شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جائے پناہ مہیا کی۔ مسلمان کی اس جماعت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔

تین مہینے کے بعد جب حبشہ میں یہ افواہ پھیلی کہ مکے کے تمام قریشیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو بیس

لیکن یہاں آکر انہیں پتہ چلا کہ وہ افواہ بے بنیاد تھی۔ چنانچہ اسی سال ان کی بیشتر تعداد لوٹ کر حبشہ چلی گئی۔ ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، حبشہ پہنچے۔ تاریخ اسلام میں اس واقعے کو ہجرت ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی کل تعداد، مع بیس خواتین کے، ایک سو ایک تھی۔

حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والے ان ایک سو ایک مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس مقام پر تھوڑا عرصہ قیام کرنے کے بعد مشرقی افریقہ پہنچے اور شنگ وایا کی سواحلی بنتو سلطنت میں اپنے گھر بسا لیے جو تقریباً دریائے جوبا اور طانا کے وسط میں واقع تھی اور جس میں جزائر لامو بھی شامل تھے۔ مسلم آباد کاروں کی اس جماعت نے بہت سے سواحلی باشندوں، خصوصاً ان لوگوں کو مسلمان کیا جو جزائر لامو میں رہتے تھے۔ اس طرح براعظم افریقہ کی متحدہ ریاست کا یہ خطہ جو آج کل کینیا کہلاتا ہے افریقہ کی پہلی اسلامی ریاست بنا۔

اس کے برخلاف مصر ۶۴۰ء میں حلقہ بگوش اسلام ہوا، جب حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کی ایک فوج نے، جس کی قیادت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، اسے فتح کیا۔

کینیا کے علاقے جزائر لامو میں اسلام کو سب سے زیادہ قوت حاصل رہی۔ لامو کا اہم ترین مقام سیو (Siu) تھا جسے اپنے محققین اور علمائے دین کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل تھی۔ یہاں تقریباً ہر سال پانچ سو لڑکے لڑکیوں کو قرآن مجید حفظ کروایا جاتا تھا یہاں کے فارغ التحصیل علماء کینیا کے ساحلی علاقوں اور مشرقی افریقہ کے دوسرے حصوں میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔

آج کے کینیا میں اسلامی تعلیم کی کمی

کینیا کے برطانوی نوآبادیاتی دور میں سرکاری اور لادینی سکولوں میں مذہبی تعلیم کا کوئی بندوبست نہ کیا جاتا تھا۔ مشنری سکول چونکہ سرکاری کنٹرول سے آزاد تھے، لہٰذا ان میں طلبہ کا عیسائیت کے بارے میں جامع نصاب کی تیاری کروائی جاتی تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کے پاس اتنے وسائل نہ تھے کہ وہ اپنے سکول چلا سکتے۔ وہ صرف معمولی معاوضے پر کام کرنے والے اساتذہ کی خدمات حاصل کر پاتے جو ان کے بچوں کو اسلامیات کی ابتدائی تعلیم دیتے تھے۔ یہ انہی عوامل کا نتیجہ ہے کہ آج کینیا کے عیسائی باشندے اپنے مذہب کی پوری پوری معلومات رکھتے ہیں۔ جب کہ وہاں رہنے والے مسلمان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اسلام کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے۔

حال میں کینیا کی آزاد حکومت نے سرکاری اسکولوں کے نصابات میں مذہبی تعلیم کے لئے بھی ہر ہفتہ کچھ پیریڈ مقرر کئے ہیں۔ اس سہولت سے عیسائی تو پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن مسلمان ایسا کرنے میں ناکام ہیں۔ اس لئے کہ کینیا میں ایسے مسلمان بہت کم ہیں جو اساتذہ کی حیثیت سے سرکاری سکولوں میں کام کرتے ہوں۔ اور جو ہیں ان کے متعلق اگر ہم یہ بھی فرض کرلیں کہ اسلام کے بارے میں اطمینان بخش حد تک کافی معلومات سے آراستہ ہیں وہ اپنی قلت اعداد کی وجہ سے سکولوں کے مسلمان طلباء کی ایک بہت ہی تھوڑی مقدار کو تعلیم دے سکتے ہیں۔ دوسری طرف سکولوں کے عیسائی اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان میں سے ہر استاذ اپنے شاگردوں کو پڑھانے کے لئے بائیبل کے بارے میں کافی معلومات رکھتا ہے۔ لہٰذا جہاں تک عیسائی طلبہ کا تعلق ہے انہیں سکولوں میں معقول مذہبی تعلیم دی جاتی ہے تنظیم اور وسائل ہی کی کمی مسلمانوں کو اس امر سے روکتی ہے کہ وہ اسلامیات کے مقامی یا غیر ملکی اساتذہ کی خدمات سے استفادہ کر سکیں۔ حکومت کی یہ پالیسی نہیں کہ وہ ان اساتذہ کی تنخواہیں ادا کرے جو صرف مذہبی علوم کی تعلیم پر مامور ہیں۔ چنانچہ یہ مسئلہ خود مسلمانوں ہی کو حل کرنا ہوگا۔ ایک اور مشکل یہ ہے کہ اگر مقامی طور پر ایسے اساتذہ کی خدمات حاصل بھی کرلی جائیں جو اسلامی علوم سے خاطر خواہ آگاہی رکھتے ہوں۔ تو ایسے لوگ نہ تو تعلیم و تعلم کی رسمی تربیت سے آشنا ہوتے ہیں اور نہ انگریزی زبان سے ہی واقفیت رکھتے ہیں جو ملک کا بڑا ذریعہ تعلیم ہے۔

ان دشواریوں کے باوجود اسلامی مضامین کا ایک نصاب تیار کرکے کینیا کی وزارتِ تعلیم سے اس کی منظوری حاصل کرلی گئی ہے۔ اور نیروبی اور ممباسہ جیسے بڑے شہروں کے سکولوں میں اسلامی تعلیم کے نفاذ کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں اور اس ضمن میں کچھ نہ کچھ ترقی کے امکانات نمایاں نظر آرہے ہیں۔ گذشتہ چند برسوں سے پرائمری اور ثانوی سکولوں کے امتحانات میں سوالات کے پرچے اسی طرح مرتب کئے جارہے ہیں کہ اسلامی علوم سے متعلق ایک متبادل پرچہ شامل کیا جاتا ہے تاکہ امتحان میں شریک مسلم طلباء اسے حل کر سکیں۔

مسیحی چرچ کے تبلیغی پروگرام

ماضی میں استعماری طاقتوں کی یہ مستقل پالیسی رہی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو مسلمانوں کو سیاسی، تعلیمی اور معاشی حیثیت سے پس ماندہ رکھا جائے۔ چونکہ مسیحی چرچ نے اسلام کو ہمیشہ اپنے وجود و بقا کے لئے ایک خطرہ سمجھا ہے، لہٰذا وہ اسلام اور مسلمانوں کے مقابلے میں انتہائی معاندانہ ردِعمل ظاہر کرتا ہے۔ اور چونکہ افریقہ کو بجا طور پر ایک مسلمان براعظم سمجھا جاتا ہے اس لئے یہ بات بالکل فطری ہے کہ اس براعظم سے اسلام کا نام و نشان مٹانے کے لئے مسیحی چرچ اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگائے۔ افریقہ کو مسیحیت کے دائرے میں کھینچ لے جانے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں، کینیا ان کوششوں کی کامیابی کا بڑا مظہر ہے۔ اس ملک کا شمار دنیا کے ان چند ممالک میں ہوتا ہے جہاں مسیحیت کے تمام چرچ اور فرقے اپنی باہمی دشمنیاں اور اختلافات بھلا کر متحد و منظم ہوگئے ہیں اور اپنی واحد تنظیم "نیشنل کرسچین کونسل آف کینیا" (این سی سی) کے تحت مصروفِ عمل ہیں۔ اس تنظیم کے دائرہ عمل میں مندرجہ ذیل شعبے شامل ہیں۔

الف۔ بائبل کا مطالعہ اور تحقیق
ب۔ مسیحی رابطہ
ج۔ مسیحی تعلیم و تربیت
د۔ مسیحی عبادت، گھر اور خاندانی زندگی۔
ہ۔ امداد اور ازسرِ نو آباد کاری
و۔ نوجوانوں کی تربیت

بائبل کے مطالعے اور تحقیق کا جو شعبہ ہے اس کے تحت اسلام پر کام کرنے کے لئے ایک پینل قائم کیا گیا ہے جس کی واحد ذمہ داری یہ ہے کہ مسلمانوں کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے سوال پر انتہائی توجہ اور غور و فکر سے کام لے۔ اس کی وجہ ایک حد تک جیمز ہالوے کی وہ تحقیقی کتاب ہے جو "مشرقی افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کی باہمی تبدیلیٔ مذہب کے عمل کی وسعت" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں مصنف رقمطراز ہے۔

"جب کہ کچھ لوگ عیسائیت سے منہ موڑ کر اسلام میں داخل ہو رہے ہیں خصوصاً باہمی شادیوں اور معاشرتی دباؤ کے ذریعے اسلام سے نکل کر عیسائیت میں آنے والوں کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ان لوگوں کے مقابلے میں پہلے ہی زیادہ ہو چکی ہے جو عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کو اپنا رہے ہیں۔" وہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ـــــ

"وہ عوامل جو لوگوں کو اسلام سے عیسائیت کی جانب تبدیلیٔ مذہب کا سبب بنتے ہیں، اب آہستہ آہستہ نمایاں ہوتے جارہے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ چند سال میں زیادہ لوگ اپنا مذہب چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرلیں گے۔"

عیسائیوں کا ایک خصوصی منصوبہ

"اسلام افریقہ میں"

یہ منصوبہ جس کے سربراہ ریورنڈ ڈیوڈ بی۔ بارٹ (پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰، نیروبی، کینیا) ہیں اور جس کی شاخیں نائجیریا (پوسٹ بکس نمبر ۴۵۴۰، ابادان) سمیت دوسرے افریقی ممالک میں قائم ہیں۔ چرچ کے ماہرین کی ایک بڑی تنظیم ہے جس کا مقصد ایسے طریقے دریافت کرنا اور ذرائع و وسائل تلاش کرنا ہے جن کی مدد سے براعظم افریقہ میں اسلام کی پیش قدمی کو روکا جاسکے۔ یہ منصوبہ "بین الاقوامی مشنری کونسل" کی جانب سے شروع کیا گیا ہے جو دنیا کے ۳۸ ممالک کی عیسائی مشنری تنظیموں پر مشتمل ہے۔ اس منصوبے کا مقصد مسلمانوں کی "کمزوریوں" کو تلاش کرنا اور عیسائی کارکنوں کو مسلمانوں سے "مؤثر" مقابلے کے لئے تیار کرنا ہے۔ اس منصوبے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ایسے عیسائی کارکنوں کو جنہیں اپنے کام کاج کے دوران میں مسلمانوں سے میل جول کے مواقع ملتے ہیں، ایسی تربیت دی جائے کہ وہ انہیں عیسائی مذہب اختیار کرلینے پر آمادہ کر سکیں۔ اس منصوبے کو ڈاکٹر جے۔ ایس ٹرمنگھم کی جانب سے بڑی مدد ملی ہے جو اس سے پہلے سوڈان میں "چرچ مشنری سوسائٹی" کے ایک مشنری اور گلاسگو یونیورسٹی برطانیہ میں شعبہ عربی کے سربراہ تھے۔ موصوف نے "اسلام مشرقی اور مغربی افریقہ میں" کے موضوع پر متعدد تحقیقی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔

افریقہ میں جو مشنریاں برسرِکار ہیں ان کی کوششوں کے پیچھے مغرب کے سرمایہ دار ممالک کے کبھی ختم نہ ہونے والے بڑے بڑے مالی وسائل اور تربیت یافتہ افرادی قوت کام کر رہی ہے۔ چنانچہ وہاں کی مسلم تنظیموں اور کارکنوں

کے لئے یہ بڑا مشکل ہے کہ وہ مسلمان ممالک کی جانب سے مالی امداد اور باصلاحیت افرادی قوت کے بغیر کوئی ایسا لائحہ عمل یا منصوبہ تیار کرسکیں جس کے ذریعے براعظم افریقہ میں عیسائیت کی پیشقدمی، اور مسلمانوں کے عیسائیت اختیار کر لینے کے تدریجی عمل کو روکا جا سکے۔

عیسائیت کا کینیا کے جنوب مشرقی صوبے جیسے مسلم اکثریت رکھنے والے علاقے میں قدم جما لینا، جہاں صومالی نسل کے نوے فیصد مسلمان اور بوران قبیلہ آباد ہے۔ جس نے چالیس برس پہلے اسلام قبول کر لیا تھا، اس حقیقت کا کھلا اظہار ہے کہ اسلام کی یہ اہم مخالف طاقت کینیا کے دوسرے علاقوں میں بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ جب سے مشرقی افریقی ساحل پر عیسائی مشنریوں کی یورش کا آغاز ہوا ہے، یہ ان کی مستقل پالیسی رہی ہے کہ مسلمان عوام کو تعلیمی اور طبی سہولتیں مہیا کرکے انہیں اپنے جال میں پھانسا جائے۔ ان کی ان کوششوں کی کامیابی مذہبی مناظر کا مشاہدہ کرنے والے کسی صاحب نظر انسان سے مخفی نہیں۔

صیہونی اثرات

عیسائیت کے طویل المیعاد دباؤ کے علاوہ اب افریقہ میں صیہونیت بھی مسلمانوں کی ایک مخالف طاقت کی حیثیت سے میدان میں اتر آئی ہے۔ ان کے ثقافتی، معاشی اور معاشرتی اثر و رسوخ میں بتدریج لیکن ٹھوس بنیادوں پر اضافہ ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عرب ریاستوں کے خلاف اپنی جدوجہد کے حوالے سے صیہونی پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنے لئے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں۔

اگرچہ کینیا میں یہودیوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ لیکن دوسرے ممالک کی طرح انہوں نے یہاں کی سیاسی اور معاشی زندگی میں بھی اپنے پنجے بڑی گہرائی تک مضبوطی سے گاڑ لئے ہیں۔ اسرائیل میں قائم شدہ بہت سی کمپنیاں کینیا میں کام کر رہی ہیں۔ اور خود کینیا کے رہنے والے یہودی وہاں کے سیر و سیاحت جیسے فروغ پذیر اور نفع بخش کاروبار پر قابض ہیں جو کافی (   ) کے بعد ملک کا دوسرا بڑا ذریعہ آمدنی ہے۔ کینیا کے اخبارات پر بھی یہودیوں کا کنٹرول قائم ہے۔

براعظم افریقہ میں صیہونی پراپیگنڈا ایک جانا پہچانا عنصر ہے۔ اس پروپیگنڈے کا ایک دلچسپ اور مستقل موضوع یہ ہے کہ عرب ممالک کو رسوائے زمانہ غلاموں کی تجارت کرنے والی ریاستوں کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔

کینیا میں صیہونی اثر و رسوخ کا نفوذ و ارتقاء اگرچہ اس وقت کامیاب نظر آتا ہے لیکن مسلمانوں کی تنظیم نو کے ذریعے اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ناممکن نہیں۔

مسلمانوں کے اسلامی شعور کا احیاء

مسلمانوں کے اسلامی شعور کو صرف اس صورت میں بیدار کیا جا سکتا ہے کہ لوگوں کو بنیادی اسلامی تعلیم سے آراستہ کرکے قومی سطح پر احیاء اور بیداری کی ایک بھرپور تحریک چلائی جائے۔ چونکہ کینیا ایک لادینی ریاست ہے اور سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں۔ لہٰذا اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم کی سہولتیں مہیا کرنا مسلمانوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں کے بہت سے مدرسے جو کہ ساحلی علاقے (   ) پر واقع ہیں صرف اس لئے بند ہو رہے ہیں کہ انہیں چلانے کے لئے نہ مناسب مقدار میں سرمایہ فراہم ہوتا ہے نہ تربیت یافتہ اساتذہ ملتے ہیں۔ تاہم اُمید ہے کہ "کسونائی اسلامک انسٹی ٹیوٹ اور الفلاح مدرسہ" اسیولو، جسے "اسلامک فاؤنڈیشن" چلا رہی ہے۔ گیریسا مسلم بچوں کا یتیم خانہ اور مدرسہ جو "ینگ مسلم ایسوسی ایشن" کے تحت کام کر رہا ہے، اور ممباسہ میں جمعیت تعلیم القرآن کے قائم کردہ دارالعلوم کے ذریعے دینی اساتذہ کی کمی کے مسئلہ کے حل میں کافی مدد ملے گی۔

لیکن مسلم علاقوں میں ایسے سکولوں کے ایک سلسلے کا قیام، جہاں بچوں کو مادی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دی جا سکے یقیناً ایک ایسی ضرورت ہے جو انتہائی بنیادی اہمیت کی حامل اور فوری توجہ کی مستحق ہے۔ اس قسم کے سکول مسلمان بچوں کو ایسی ضروری تعلیمی سہولتیں مہیا کرنے کے علاوہ، جن کے ذریعے وہ ایک ترقی پذیر معاشرے میں اپنا جائز مقام حاصل کر سکیں گے، ان کے اسلامی کردار اور سیرت و اخلاق کی تعمیر میں بھی مددگار ثابت ہوں گے جن کی انہیں بحیثیت صالح مسلمان کے اپنا تشخص برقرار رکھنے کے لئے انتہائی ضرورت ہے۔

اسلامیات کے اساتذہ اور اساتذہ[1] کے تربیتی کالج کی فوری ضرورت

اگرچہ کینیا کی حکومت کسی قسم کی مذہبی تعلیم کے لئے مالی امداد فراہم نہیں کرتی تاہم وہ اس امر کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ مختلف مذہبی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے اپنے فرقے کے افراد کو مذہبی تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے، انہوں نے یقیناً نصابات کی تیاری اور تربیت یافتہ اساتذہ کی فراہمی میں حکومت کے مطلوبہ معیار کو پورا کیا۔ عیسائی اساتذہ کا تربیتی پروگرام اس طرح ترتیب دیا جاتا ہے اور اس صورت میں بروئے کار لایا جاتا ہے کہ اس سے تعلیمی پروگرام کے تقاضے باحسن وجوہ پورے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس سلسلے میں ابھی بہت سے ضروری اقدام کرنے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت کا احساس کرنا چاہئے کہ ایسی طے شدہ پالیسی کی عدم موجودگی میں، جس کے ذریعے ہم اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم اور اعلیٰ اخلاق و کردار کی صفات کریمانہ سے آراستہ کر سکتے۔ ایک مایوس کن صورتِ حال سے بیش از بیش فائدہ اٹھانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بنیادی اسلامی تعلیم کے حصول کی سہولتیں مہیا کریں۔ خواہ وہ مذہبی مدارس ہی کی سطح پر کیوں نہ ہوں۔ تاکہ ہماری آئندہ نسلیں اپنا اسلامی تشخص باقی و محفوظ رکھ سکیں۔ موجودہ حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ بنیادی اسلامی تعلیم کی اشاعت کے لئے قومی سطح پر مہم چلائی جائے تاکہ افریقی علاقوں کے بے یار و مددگار اور پسنی کی دلدل میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو عیسائی مشنریوں کے دباؤ سے نکالا جا سکے۔ بہرحال اسلامی تعلیمی پالیسی کا جو طویل المیعاد منصوبہ تیار کیا جائے اس کا یہ مقصد ہونا چاہئے کہ کینیا، بلکہ درحقیقت پورا مشرقی افریقہ، تربیت یافتہ مسلم اساتذہ کی فراہمی میں خود کفیل ہو جائے۔ لہٰذا مسلمان اساتذہ کی تربیت کے لئے ایک معیاری تربیتی کالج کا قیام وقت کی انتہائی اہم اور فوری ضرورت ہے[2] تاکہ سرکاری سکولوں کو اسلامیات کے تربیت یافتہ اساتذہ میسر آ سکیں۔ جب تک اس قسم کے شدت کے ساتھ مطلوبہ کالج کا قیام عمل میں نہیں آ جاتا، اس وقت تک کے لئے ضرورت ہے کہ مسلم ممالک ایسے اساتذہ جو اسلامیات کے ساتھ کم از کم ایک دنیاوی مضمون جیسے ریاضی، جغرافیہ وغیرہ یا عربی یا کوئی دوسری زبان پڑھا سکیں انہیں کینیا کے مسلمانوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے معاہدات کی بنیاد پر وہاں ملازمتیں حاصل کرنی چاہئیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کینیا کے مسلمان باشندوں کے پاس بحیثیت مجموعی نہ تو اتنا سرمایہ ہے نہ تنظیمی صلاحیت کہ وہ خود اپنے اپنے سکول چلا سکیں جہاں دنیاوی اور دینی تعلیم دونوں ساتھ ساتھ دی جا سکیں۔ اس صورتِ حال کی سنگینی میں یکم اگست ۱۹۸۲ء کے ناکام فوجی

---

[1] اس وقت کینیا میں دارالافتاء اور رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے بھیجے ہوئے بیس سے زائد اساتذہ تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، لیکن چونکہ وہ انگریزی نہیں جانتے اس لئے سرکاری سکولوں میں اسلامیات کی تعلیم نہیں دے سکتے۔ وہ عموماً مکتبوں میں بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر دلی دکھ ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر اساتذہ اسلام سے محبت اور اخلاص کے حقیقی جذبات سے عاری ہیں۔ انہیں صرف اپنے گراں قدر مشاہروں سے دلچسپی ہے۔ بعض اساتذہ ایسے بھی ہیں جنہوں نے مقامی لوگوں کو اپنے مددگار کے طور پر ملازم رکھ لیا ہے جو ان کی جگہ بچوں کو پڑھاتے ہیں اور یہ صرف اپنی کاروں میں ادھر اُدھر گھومتے پھرتے ہیں۔ یہ حقیقت بڑی افسوسناک ہے اس لئے کہ اگر یہ لوگ اسلام کے جانثار مشنریوں کی حیثیت سے پتہ مار کر کام کرتے تو کینیا میں اسلامی تعلیم کا معیار بلند کرنے کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا تھا۔ اگر وہ ادارے جنہوں نے ان اساتذہ کو وہاں بھیجا ہے ان سے اپنے کام کی ماہوار رپورٹیں منگوائیں تو شاید ایسا طریق کار مفید نتائج پیدا کرے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ لوگ مجبور ہوں گے کہ اپنی کارکردگی اور صلاحیت و استعداد میں حتی الامکان اضافہ کریں۔ ان میں بلاشبہ کچھ ایسے اساتذہ بھی موجود ہیں جو دین کی خدمت کی تڑپ رکھتے ہیں۔ مگر وہاں کی مساجد کے متولی یا اراکین منتظمہ کمیٹی جن کی اکثریت بے نمازی ہے انہیں ایسا اصلاحی یا تبلیغی کام ان مساجد کی حدود میں کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ نتیجتہً جذبہ رکھنے والے لوگ کافی حد تک بے بس اور مجبور ہیں۔

[2] ممباسہ میں سلطان زنجبار کا تعمیر کردہ ایک اسلامی کالج موجود تھا جسے افسوس ہے حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور پولی ٹکنیک انسٹی ٹیوٹ میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس ادارے میں بھی مسلم طلباء کا تناسب دس فیصد سے آگے نہیں بڑھتا۔ اس طرح مسلمانوں سے خود ان کے ادارے چھین کر انہیں اسلامی تعلیم اور ترقی کے تمام مواقع سے محروم کر دیا گیا ہے۔ مسلمان حکومتوں کو چاہئے کہ وہ کینیا کی حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ وہ یہ کالج مسلمانوں کو واپس کر دے تاکہ اس سے وہ اصل مقاصد حاصل کئے جا سکیں جن کے لئے یہ ادارہ معرض وجود میں لایا گیا تھا۔

انقلاب کے بعد زیادہ اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ اس ہنگامے کے دوران میں باغیوں نے کھاتے پیتے ایشیائی مسلمانوں کی دکانوں اور گھروں کو خاص طور پر اپنی تاخت و تاراج کا نشانہ بنایا تھا۔

مسلمانوں کے ایسے سکول جہاں دنیاوی اور دینی تعلیم ایک ساتھ دی جاتی ہو اگرچہ موجود ہیں لیکن ان کی تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ وہ پوری مسلم آبادی کی تعلیمی ضروریات کسی طرح بھی پوری نہیں کر سکتے۔ ان اداروں سے مسلمانوں کا ایک انتہائی محدود طبقہ ہی استفادہ کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں جبکہ یونیورسٹی آف نیروبی میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو طلباء اور اساتذہ کی سطح پر بھرپور نمائندگی حاصل ہے۔ مسلمان اعلیٰ تعلیم کے اس میدان میں بھی دوسروں سے بہت پیچھے ہیں

یونیورسٹیوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کا، جو بلند اسلامی اخلاق و کردار اور ترقی یافتہ ذہنی و جسمانی صلاحیتوں سے آراستہ ہوں، زندگی کی عملی جد وجہد میں بروئے کار آنا براعظم افریقہ میں کلمہ حق کی سربلندی اور تبلیغ و اشاعت کے نقطہ نظر سے دور رس اثرات اور دیرپا اہمیت و افادیت کا حامل ہوگا۔ وہاں کے مسلمان اور غیر مسلم معاشروں پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑے گا۔ اور ان کی نوجوان نسلیں وقت کے چیلنج کا زیادہ کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں گی۔ تعلیمی زندگی کے مختلف میدانوں میں مسلمانوں کے خلاف جو تعصب برتا جا رہا ہے اس کے پیش نظر یہ امر بہت ضروری ہے کہ ایک اسلامی تعلیمی ٹرسٹ قائم کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے کم وسائل رکھنے والے مستحق طلباء کی اعانت کی جا سکے۔ یہ ایسی تجویز ہے جس کے ذریعے انشاء اللہ نہ صرف یہ کہ عیسائیت کے چیلنج کا مقابلہ کیا جا سکے گا بلکہ حالات کا رُخ موڑ کر ملک کی عمومی فضا کو اسلام کے حق میں ہموار کر لیا جائے۔

اسلام کی تبلیغ

کینیا میں مسلمانوں کا نہ کوئی منظم تبلیغی مرکز ہے نہ دعوتی اور اصلاحی سرگرمیاں۔ وہاں کی آبادی کے اکثر لوگ اور متعدد قبائل، جیسے مسائی، ترکانا اور گاریا، ابھی تک مظاہر پرستی یا تاریک خیالی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

وہاں مسلمانوں کے بھی بعض ایسے قبائل موجود ہیں جو صدیوں سے علیحدگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں سے الگ تھلگ رہنے کے باعث اب اسلام سے ان کا تعلق بس نام کی حد تک رہ گیا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں کینیا کی ینگ مسلم ایسوسی ایشن نے جنوب مشرقی صوبے کا رہنے والا ایک ایسا قبیلہ دریافت کیا جن کے نام بھی مسلمانوں جیسے تھے اور وہ قبلے کی طرف منہ کر کے کچھ پڑھتے تھے، لیکن اللہ کی وحدانیت کے اعتقاد اور معمولی عبادت کے سوا ان میں کوئی بات مسلمانوں جیسی نہ تھی۔

اگر مسلمانوں نے کینیا میں منظم تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز نہ کیا تو اس کا مایوس کن لیکن واضح نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہاں کے رہنے والے آہستہ آہستہ عیسائیت کے ریگ زار میں جذب ہو جائیں گے۔ مظاہر پرستوں میں تبلیغ اسلام کے علاوہ اس امر کی بھی بڑی ضرورت ہے کہ اپنا مذہب تبدیل کر کے عیسائیت اختیار کرنے والوں کو بھی اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر مسلمان وقت کے اس تقاضے کو پورا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نتائج انشاء اللہ حوصلہ افزا ثابت ہوں گے۔

تبلیغی سرگرمیوں ہی کے ضمن میں ایسے لٹریچر کی بھی شدید ضرورت ہے جس کے ذریعے غیر مسلموں، بلکہ مسلمانوں کو بھی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جا سکے۔ ایسی کتابیں، جیسی عباس کومبو نے لکھی[1]، لاکھوں کی تعداد میں چھپنی چاہئیں۔ تاکہ عیسائیوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد اس سے استفادہ کر سکے لیکن افسوس ہے کہ ایسے علماء اور صاحب فکر و نظر افراد کی تعداد بہت کم ہے جو تقابل ادیان جیسے اہم اور نازک موضوعات پر متوازن اور دل نشین انداز میں اپنے خیالات قلمبند کر سکیں[2]۔ غیر مسلموں کے سامنے نہ صرف اسلام کو صحیح صورت میں پیش کیا جانا چاہئے بلکہ انہیں ان کے مذہب کے ایسے عقائد اور تعلیمات کی جانب بھی سلیقے اور شائستگی کے ساتھ توجہ دلانی چاہئے۔ جو

---

[1] چند سال پہلے کی بات ہے تنزانیہ کے رہنے والے ایک افریقی نے جو پہلے رومی چرچ کے ایک راہب تھے، اسلام قبول کیا اور پھر سواحلی زبان میں ایک کتاب لکھی جس کا عنوان ہے "میں عیسائیت کو ترک کر کے مسلمان کیوں ہوا"۔ ان صاحب کا پورا نام عباس کومبو کاتونی اور پتہ "پوسٹ بکس نمبر ۸۰ اروشا تنزانیہ" ہے۔

[2] عیسائیوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے ایک مفید کتاب ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور نے شائع کی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے۔

حق و صداقت میں کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ لیکن اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان دیگر مذاہب کے خلاف معاندانہ مہم جوئی کی ایک تحریک شروع کر دیں۔

سواحلی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کینیا کے سابق چیف قاضی شیخ عبداللہ صالح فارسی نے کیا ہے جو اسلامک فاؤنڈیشن نیروبی کی جانب سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی چند کتابوں کے ساتھ اشاعت پذیر ہوا ہے۔ سواحلی زبان ہی میں اسلام کا ابتدائی لٹریچر ایک اور ادارے میسرز آدم اینڈ سنز پوسٹ بکس نمبر ۹۸۰۰۸ ممباسہ نے شائع کیا ہے۔

کینیا میں اس وقت کسی جگہ ایسا کوئی انتظام نہیں ہے۔ جس کے ذریعے اسلام میں نئے نئے داخل ہونے والوں کے لئے اسلامی طریق زندگی کی تعلیم و تربیت حاصل کرنا ممکن ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والے نومسلم بھی وہاں کے غیر صحت مندانہ ماحول کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں اور اللہ کا پسندیدہ دین قبول کر لینے کے بعد بھی ان کے اخلاق و کردار میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں آتی جس سے ان کی موجودہ اور سابقہ زندگی میں فرق کیا جا سکے۔ اگر نیروبی میں نومسلموں کی دینی تعلیم و تربیت کے شب و روز کام کرنے والا ایک اسلامی مرکز کھول دیا جائے تو امید ہے کہ اس سے نومسلموں کا یہ مسئلہ بڑی حد تک حل ہو جائے گا بشرطیکہ اس کے چلانے والے مخلص اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھنے والے لوگ ہوں۔

براعظم افریقہ میں مسلمانوں کا اصل یہ نہیں کہ وہاں کے غیر مسلموں، خصوصاً مظاہر پرستی کی ذلت میں گرفتار عوام کو دین کی تبلیغ کر کے، انہیں دائرہ اسلام میں کیسے داخل کیا جائے، بلکہ اصل مشکل نومسلموں کو دین کی صحیح تعلیم دینا اور تعمیری بنیادوں پر ان کی اخلاقی تربیت کرنا ہے۔ اس لئے کہ وہاں کے مسلمان نہ تو اتنا جذبہ ایثار رکھتے ہیں نہ وسائل اور افرادی قوت کہ وہ مطلوبہ ادارے خاطر خواہ تعداد میں قائم کر سکیں تعلیم و تربیت کی اس کمی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہاں کے نومسلم نہ تو مسلمانوں کی سی زندگی بسر کرنے کے قابل ہوتے ہیں نہ صحیح معنوں میں اسلامی احکام کی پابندی کر پاتے ہیں۔ بہت سے لوگ اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی، صرف اسلامی تعلیمات سے خاطر خواہ واقفیت نہ رکھنے کے باعث، بعض ایسے غلط عقائد اور طور طریقوں سے چمٹے رہتے ہیں جو ان کے پہلے مذہب کا حصّہ تھے۔ چنانچہ کینیا میں مسلمانوں کو جس صورت حال کا سامنا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اندر بہت سے غیر اسلامی رسوم و رواج اور افکار و نظریات نے داخل ہو کر اپنی جڑیں مضبوطی سے قائم کر لی ہیں اور اب ان صدیوں پرانے غلط تصورات اور طور طریقوں کو، جنہیں عوام جہالت کے باعث عین اسلام سمجھتے ہیں، درست کرنے کی تمام کوششیں مخالفت کے طوفان میں تحلیل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ عوام کسی ایسے شخص کی بات سننے کیلئے تیار نہیں جو ان کی عادات و اطوار کو تنقید کا نشانہ بناتا ہو۔ دوسری طرف کسی داعی حق کے لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اس صورت حال کے ساتھ مصالحت اور چشم پوشی کا رویہ اختیار کرے، اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ دین میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ کرنا، یعنی کسی بدعت کا جاری کرنا جیسے مولود شریف کے موقع پر بعض خلاف سنت حرکات کا ارتکاب کرنا، میت پر بین کر کے رونا اور تدفین کے سلسلے میں خلاف شرع رسوم کی ادائیگی وغیرہ، صریح گمراہی میں پڑنا ہے۔ ایسے حالات میں دین حق کی طرف دعوت دینے والوں کا فرض ہے کہ وہ غیر اسلامی رسوم و رواج کے خلاف جہاد میں انتہائی عزم و احتیاط اور صبر و حوصلہ سے کام لیں اور لوگوں کے جذبات و احساسات کو کسی صورت میں مجروح نہ ہونے دیں۔

کینیا کے مسلمانوں کی سپریم کونسل اور دیگر تنظیمیں[1]

رابطہ عالم اسلامی کے شیخ محمود صواف کی

---

[1] یہ حقیقت بڑی افسوسناک ہے کہ کینیا کی بعض مسلم تنظیموں کا واحد مقصد "دعوت و ارشاد" کے نام پر عربوں سے روپیہ بٹورنا ہے حالانکہ خود کینیا کے مسلمان روپے پیسے کے اعتبار سے اتنے گئے گزرے نہیں۔ ان کی بدقسمتی صرف یہ ہے کہ وہ مخلص قیادت سے محروم ہیں جو انہیں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے میں مدد دیتی۔ کینیا کی بہت سی نام نہاد مسلم تنظیمیں اپنی سرگرمیوں کے بارے میں انتہائی مبالغہ آمیز رپورٹیں تیار کر کے شائع کرتی رہتی ہیں تاکہ دعوت و تبلیغ کے نام پر عربوں کا روپیہ کھینچا جا سکے۔ "دعوت" کا لفظ درحقیقت اب لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کا آسان نسخہ بن چکا ہے۔ اس ضمن میں مشرق وسطیٰ کے بعض اسلامی ادارے جو خدمات انجام دے رہے ہیں، وہ اگرچہ بڑی قابل قدر ہیں، تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ اپنی پالیسی کا از سر نو جائزہ لیں اور اس امر کی کوشش کریں کہ ان کے یہ عطیات زیادہ موثر صورت میں زیر استعمال میں لائیں تاکہ وہ مقصد بحسن و خوبی پورا ہو سکے جس کے لئے یہ ساری مالی امداد دی جا رہی ہے۔

تحریک پر ۱۹۷۲ء میں کینیا کے مسلمانوں کی سپریم کونسل کا قیام بلاشبہ ایک امید افزا اقدام تھا جس کے بارے میں توقع ظاہر کی گئی تھی کہ یہ ادارہ کینیا میں مسلمانوں کی سرگرمیوں کو باہم مربوط کرے گا۔ اور بین الاقوامی میدان میں مسلمانان کینیا کے واحد نمائندہ ادارے کی حیثیت سے ان کی ہر ممکن خدمات بجا لانے کے علاوہ ان کے اجتماعی مسائل حل کرنے کے لئے مادی وسائل بھی جمع کرے گا۔ افسوس ہے کہ اس ادارے سے وابستہ توقعات حسب خاطر پوری نہ ہو سکیں۔ اس لئے کہ مسلمانان کینیا کو جو مسائل درپیش ہیں انہیں حل کرنے کے لئے اس ادارے نے کوئی خاص کوششیں نہیں کیں۔ بلکہ تنزانیہ کے مسلمانوں کی سپریم کونسل (بکواتا BAKWATA) کی طرح خواہ مخواہ حکومت کا ساتھ دینا اس کی مستقل پالیسی بن چکی ہے۔

کینیا کی دوسری اسلامی تنظیمیں جیسے اسلامک فاؤنڈیشن، ینگ مین ایسوسی ایشن، مسلم یوتھ آرگنائزیشن، نیشنل یونین آف کینیا مسلمز اور تبلیغی جماعت اپنے اپنے محدود دائروں میں مفید کام کر رہی ہیں۔ افسوس ہے کہ کینیا میں رہنے والی ایشیائی اور افریقی مسلمانوں میں باہم کوئی رابطہ یا ایک دوسرے سے تعاون کی کوئی صورت موجود نہیں جسے امت کی اتحاد و اتفاق کے نقطہ نظر سے ہرگز قابل قبول نہیں۔ چونکہ کینیا میں اسلام کی حفاظت وضمانت کا فریضہ آئندہ افریقی مسلمانوں ہی کو انجام دینا ہے۔ لہٰذا یہ امر بڑا ضروری ہے کہ انہیں امامت اور خطابت کی خاطر خواہ تربیت دی جائے وہاں کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو قرآن مجید حفظ کرنے کی ترغیب دی جائے انہیں دینی علوم کے استاد، مبلغ اور رہنما کی حیثیت سے تیار کیا جائے۔

مسلم ممالک کی اسلامی یونیورسٹیوں کو چاہیئے کہ وہ افریقی طلباء کو خصوصیت کے ساتھ تعلیمی سہولتیں مہیا کریں تاکہ وقت آنے پر وہ لوگ افریقہ میں دینی قیادت کی ذمہ داریاں سنبھال سکیں۔

اسلامی تعلیم کی حفاظت اور ترقی کے لئے اقدامات

انسانی تہذیب و ثقافت کی عالمی پیمانے پر تعمیر و ترقی میں اسلامی تعلیم نے ایک نہایت اہم اور ممتاز کردار ادا کیا ہے۔ قرآن مجید میں اور احادیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ہی مؤثر اور دلنشیں انداز میں لوگوں کو حصول علم کی ترغیب دیتے ہوئے انسانی سرگرمیوں کے تمام مادی اور روحانی دائروں میں تحقیقات و انکشافات کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ لہٰذا تعلیم و تعلم کو اسلامی فلسفے اور تہذیب و ثقافت میں ایک مرکزی نقطے کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ حقیقت کینیا کے مسلمانوں کی ترقی اور فلاح و کامرانی کے لئے انتہائی اہمیت و افادیت کی حامل ہے۔

کینیا کی حکومت کو چاہیئے کہ وہ رواداری اور انصاف کے اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے مسلمان دینی اساتذہ کی تربیت کے لئے کوئی خصوصی منصوبہ تیار کرے تاکہ سکولوں میں دینی تعلیم دینے کے لئے اساتذہ کی کمی ہر سطح پر پوری ہو سکے۔ اور جو لوگ اس ضمن میں پہلے سے تربیت یافتہ ہیں انہیں ریفریشر کورسوں اور تربیت کی مزید سہولتوں کے فوائد حاصل ہو سکیں۔ کیونکہ ہر عقیدے کے امتیازی نقطہ نظر اور اس کی اساسی خصوصیات کو صرف وہ لوگ اچھی طرح اور مکمل صورت میں سمجھ سکتے ہیں جو خود اس عقیدے کے ماننے والے ہوں۔ اس لئے یہ بات بڑی بنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ سکولوں میں اسلامی تعلیم کا فریضہ صرف مسلمان اساتذہ انجام دیں۔

کینیا کے بعض سکولوں میں اس وقت جو یہ طریقہ رائج ہے کہ مسلمان بچوں کو بائبل کی جبری تعلیم دی جاتی ہے یا انہیں عیسائی مناجات پر مشتمل کورسوں میں شریک ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے تو یہ طریقہ صحیح نہیں اسے فوری طور پر بند ہونا چاہیئے۔ اسیطرح ہم عیسائی تنظیمات کے اس انداز تبلیغ کے بھی خلاف ہیں کہ وہ بعض علاقوں کے مسلمان طلباء میں عیسائی لٹریچر اور ایسی اشیاء تقسیم کرتی ہیں جو عیسائی عقیدے کے مطابق مذہبی تقدس یا علاقائی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ جیسے صلیب کا نشان وغیرہ۔

کینیا کے دستور میں ہر فرقے کے لوگوں کو "آزادی عبادت" کی جو ضمانت دی گئی ہے اس کی حدود میں رہتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ زندگی کے مختلف دائروں میں مندرجہ ذیل اقدامات پر خصوصی زور دیا جائے تاکہ مسلمان خصوصاً طلباء کسی رکاوٹ اور مشکل کے بغیر اپنے عقیدے اور اصول و نظریات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں یعنی ——

۱۔ جن سکولوں کے بورڈنگ ہاؤسوں میں مسلمان طلباء قیام پذیر ہوں، وہاں قیام اور خورد و نوش سے متعلق اسلامی ہدایات کا پورا پورا احترام اور ان کی پابندی کی جانی چاہیئے۔ خصوصاً رمضان المبارک کے مہینے میں جب کہ مسلمان طلباء روزے رکھتے ہیں، سحری اور افطار

وغیرہ کے سلسلے میں خصوصی انتظامات کئے جانے چاہیئں۔ علاوہ ازیں مسلمان طلباء کو روزہ دار ہونے کی وجہ سے کھیلوں اور دیگر سرگرمیوں سے مستثنیٰ کیا جانا چاہیئے۔

۲۔ سکولوں اور کالجوں میں ایک مخصوص جگہ الگ کر دینی چاہیئے تاکہ وہاں مسلمان طلباء یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ نماز ادا کر سکیں۔ اور اپنے دینی مراسم بجا لا سکیں۔

۳۔ مسلمان لڑکیوں کو اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ لمبے پاجامے استعمال کریں جس سے ان کی ٹانگیں اور گھٹنے حکم شرع کے مطابق ڈھک جائیں۔ نیز انہیں رقص اور تیراکی وغیرہ جیسی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر کسی قسم کی سزا یا تعزیر کا نشانہ نہ بنانا چاہیئے۔ کیونکہ ان سرگرمیوں میں حصہ لینے والی لڑکیوں کو اپنے جسم کے بعض ایسے حصے عریاں کرنے پڑتے ہیں جنہیں کھولنا از روئے شرع حرام ہے۔

۴۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ایسے پروگراموں کے لئے معقول وقت مخصوص کیا جانا چاہیئے جن میں اسلام کی اعلیٰ اخلاقی اقدار اور شائستہ طریق زندگی کی عکاسی کی گئی ہو۔ اس وقت کینیا کے ذرائع ابلاغ عامہ زیادہ تر عیسائیت کی تبلیغ و حمایت میں کام کر رہے ہیں۔

۵۔ چونکہ مسلمانان تعلیم اور اقتصادی تگ و دو کے میدان میں بہت پسماندہ ہیں۔ لہٰذا انہیں سرکاری ملازمتوں میں، ان کی آبادی کے تناسب سے خصوصی کوٹہ یا نشستیں ملنی چاہیئں تاکہ وہ رفتہ رفتہ دوسری قوموں کے برابر آ سکیں۔

۶۔ مسلمانوں کی روزمرہ کی سرگرمیاں شریعت اسلامیہ کے اصولوں کے مطابق استوار ہونی چاہیئں۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس کا خیال حکومت کو رکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس وقت جو اسلامی قوانین نافذ ہیں ان میں کسی طرح کی قطع و برید ایک نظریاتی قوم ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کا امتیازی تشخص برقرار رکھنے کے نقطہ نظر سے سخت نقصان دہ ہوگی۔

۷۔ ملک میں عربی کی تعلیم رائج ہونی چاہیئے کیونکہ خود حکومت اس تجویز سے اپریل ۱۹۸۲ء میں بمقام نیروبی منعقد ہونے والی وامی (WAMY) کانفرنس کی سفارش پر اتفاق کا اظہار کیا تھا۔ اس سلسلے میں وزارت تعلیم نے اساتذہ اور درسی کتب وغیرہ کی کمی سے متعلق جس رکاوٹ کا ذکر کیا ہے اسے دور کر کے کسی مزید تاخیر کے بغیر نصاب کا آغاز ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اب افریقی اور بین الاقوامی معاملات میں عربی کی اہمیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

کینیا میں اگرچہ اسلام کا مستقبل تاریک نہیں لیکن مندرجہ ذیل عوامل ایسے ہیں جو اس کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں، یعنی ——

الف۔ اخلاص اور جذبہ ایثار سے سرشار دعوتی کارکنوں کی کمی۔

ب۔ تربیت یافتہ علماء کی کمی۔ اور

ج۔ تعلیم کا وہ لادینی طریقہ جس کے ذریعے تمام اداروں میں ہر سطح پر طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اور جو زندگی کے بارے میں لادینی نقطہ نظر کی آبیاری کرتا ہے۔

امید ہے کہ اگر منظم تعمیری کوششوں اور محنت و جد و جہد کے ذریعے ان مشکلات پر قابو پا لیا گیا تو کینیا انشاء اللہ اپنی جغرافیائی وسعت اور حیثیت کے پیش نظر مشرقی افریقہ میں اسلام کے قلعے کی صورت اختیار کر لے گا۔

"اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے اس میں مطلب کو پہنچتے ہیں لوگ بندگی والے اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر جہان کے لوگوں پر"۔ (القرآن ۲۱-۱۰۵-۱۰۶)

بقیہ : خطبہ جمعہ

اور اس کی معصومیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی دکانِ سیاست چمکانے والے ان روایات پر غور کریں کہ اللہ کا نبی کس طرح اس مظلوم طبقہ کی حمایت و نصرت اور اس کے حقوق کا ذکر کر رہے ہیں —— باقی جہاں تک عام مساکین و غرباء اور ضعفاء کا تعلق ہے۔ یہ آیات اور احادیث پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ یہی لوگ ہیں جو بنیادی طور پر اللہ کی رحمتوں کا مرجع ہوتے ہیں۔ انہی کے بہانے قدرت دوسروں کو نوازتی ہے انہیں حقیر و ذلیل سمجھنا بڑی حماقت اور بدبختی ہے اور جب مالدار طبقہ عیاشی کا شکار ہو کر ان سے نفرت کرتا ہے تو پھر ذلت و خواری کمیونزم کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ اس لئے اللہ سے ہمیں دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ستم رسیدہ اور مظلوم طبقات کی خدمت و مدد کی ہمیں توفیق دے اور ان کی آہ سے معاشرے کو بچائے۔ اس لئے کہ ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

اللہ ہمیں نیکی کی توفیق دے

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب

انجمن کے شب و روز

ترتیب : ظہیر میر

گذشتہ ماہ ہالینڈ سے بین الاقوامی شہرت یافتہ مذہبی سکالر (ڈاکٹر ایم۔ ایس بایبجن) پاکستان سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے یہاں تشریف لائے تو محترم ڈاکٹر منیر احمد مغل رکن انسپیکشن ٹیم آف پاکستان ہائیکورٹ لاہور کے ہمراہ حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کے لئے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ بھی آئے۔ ڈاکٹر منیر احمد مغل نے حال ہی میں امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رح کی تفسیر قرآن پر ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتہ کی زیر نگرانی سندھ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے آج پورے عالم اسلام کے زوال و انحطاط کی اصل وجہ قرآنی تعلیمات سے اعراض قرار دی جا رہی ہے —— اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ڈاکٹر مغل کی کاوش نے نوجوان نسل کی صحیح سمت رہنمائی کا فرض ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر ایم ایس بایبجن کے عرصے سے علمی مراسم ڈاکٹر ہالے پوتہ سربراہ تحقیقات اسلامی پاکستان سے قائم ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف سے اب کی مرتبہ اسلام آباد تشریف آوری کے موقع پر لاہور میں حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے ڈاکٹر ہالے پوتہ نے فرمایا۔ ڈاکٹر ایم ایس بایبجن بین الاقوامی علمی مذہبی حلقوں میں ایک ممتاز مغربی سکالر کی حیثیت سے خاصے متعارف ہیں۔ ڈاکٹر بایبجن نے ہالینڈ سے جناب سر سیّد احمد خاں بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی شخصیت پر پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ کچھ عرصہ سے وہ شاہ ولی اللہ دہلوی رح پر اپنا تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہیں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رح کی شخصیت سے خاص لگاؤ ہے۔ بلاشبہ مولانا سندھی اس دور میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کے صحیح شارح ہیں۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت سندھی رح کی شخصیت پر بھی کام کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہمت عطا فرمائے تاکہ اپنے اور پرائے بھی اس محسنِ انسانیت کے نظریات کو کما حقہٗ سمجھ سکیں۔

۱۰ / دسمبر کو جب بعد نماز جمعہ ڈاکٹر منیر احمد مغل کی ہمراہی میں ڈاکٹر ایم ایس بایبجن حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو اس ملاقات میں ماہنامہ "الرشید" کے ایڈیٹر جناب حافظ عبدالرشید ارشد اور خدام الدین کے ایڈیٹر جناب مولانا سعیدالرحمٰن علوی بھی موجود تھے۔ اور یہ سلسلہ گفتگو رات گئے تک جاری رہا۔ اور مختلف امور زیرِ بحث آئے۔

حضرت اقدس نے ڈاکٹر منیر مغل کے حضرت سندھی رح پر لکھے گئے مقالہ کی تعریف فرماتے ہوئے کہا، کہ مجھے امید ہے آپ ایسے با صلاحیت نوجوان اگر اس کام پر لگ گئے تو وہ دن دُور نہیں جب ہم اس محنت کے ثمرات حاصل کر لیں گے۔ ڈاکٹر بالجن نے حضرتِ اقدس سے جو سوالات کئے ان میں سے بعض یہ ہیں:۔

س: آپ حضرت سندھی رح کے ساتھ کہاں اور کتنا عرصہ رہے؟

ج: حضرت اقدس نے فرمایا کہ ۲۵ سالہ جلاوطنی کے بعد ۱۹۳۹ء میں مولانا سندھی رح جب برعظیم واپس تشریف لائے تو ان کے اصل خادم اور میرے چچا مولانا عزیز احمد کی حجاز سے واپسی میں کچھ تاخیر ہو گئی اس وجہ سے سفر و حضر میں مجھے کافی عرصہ تک ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

س: مولانا سندھی پاکستان کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے؟

ج: دراصل ۱۹۱۵ء میں ملک کی آزادی کی خاطر وہ باہر گئے کابل، روس، ٹرکی، حجاز وغیرہ ممالک میں انہیں قیام کرنا پڑا۔ کابل کے سات سالہ دوران قیام میں انہوں نے آزادیٔ ہند کے لئے بھرپور کوشش کی اپنا ملک بعد میں آزاد ہوا لیکن افغانستان اسی وقت دولت مستقلہ کے مقام تک پہنچ گیا ۱۹۲۴ء میں انہوں نے ترکی سے آزاد ہندستان کے لئے ایک دستور مرتب کر کے مختلف زبانوں میں چھاپ دیا جسے انگریزوں نے ہند میں داخلہ بند اور ضبط قرار دیا۔ اس سے پہلے صدیوں کی ہندو مسلم آویزش کا حل وہ ۱۹۱۶ء میں تقسیم ہند کی صورت میں پیش کر چکے تھے اور اس کی ذمہ داری انہوں نے ہندوؤں کی تعصب و تنگ نظری چھوت چھات اور شدی و سنگھٹن وغیرہ تحریکوں پر ڈالی تھی۔ مولانا سندھی ہندستان کو ایک ملک نہیں بلکہ یورپ کی طرح مجموعہ ممالک قرار دیتے تھے اور ہند کے تین قدرتی حصے یعنی شمال مغربی مشرقی اور جنوبی حصوں میں لسانی اور تمدنی بنیادوں پر تقسیم کر کے وہاں جمہوری حکومتیں قائم کرنا چاہتے تھے۔ ان کی رائے تھی کہ یہ جمہوریتیں داخلی معاملات میں بالکل آزاد ہوں گی۔ صرف امور خارجہ، دفاع، ایکسپورٹ، امپورٹ کے محکمے وفاقی حکومت کے پاس ہوں گے۔ مولانا سندھی یہ چاہتے تھے کہ ان جمہوریتوں کی مجالس قانون ساز میں کسان، مزدور، دماغی کام کرنے والے کلرک، تاجر اور کارخانہ دار اپنی آبادی کے تناسب سے اپنے ہی طبقے سے نمائندے چنیں۔ اس طرح ان مجالس قانون ساز میں محنت کشوں کی اکثریت ہو گی اور یہ لوگ اپنے مفاد کی کما حقہ حفاظت کر سکیں گے۔ مولانا سندھی مفاد عامہ کے تمام ذرائع قومیانے کے حق میں تھے اور مڈل تک مفت اور لازمی تعلیم کے حامی تھے وہ محنت کشوں کو مفت طبی امداد اور صاف ستھرے گھر دلانا چاہتے تھے۔ مولانا کا یہ پختہ خیال تھا کہ جمہوریت کا سرکاری مذہب وہاں کی اکثریت کا مذہب ہونا چاہیئے لیکن وفاقی حکومت سیکولرازم پر کاربند ہو اور وہ کسی جمہوریت کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرے جہاں تک وفاقی حکومت میں ریاستوں کی نمائندگی کا تعلق ہے مولانا سندھی کی رائے تھی کہ مختلف ریاستیں اپنے تناسب آبادی، اقتصادی، تمدنی اور فوجی اہمیت کی بناء پر حق نمائندگی حاصل کریں گی۔

س: دیوبندی اور بریلوی میں کیا فرق ہے؟

ج: جہاں تک میں نے غور کیا ہے دیوبندی بریلوی میں اختلاف کی کوئی معقول وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ شیعہ سنّی اختلاف تو صحابہ کرام رض کو ماننے یا نہ ماننے کے مسئلہ پر ہوا اور حنفی وہابی اختلاف ائمۂ ھدیٰ کی پیروی کرنے نہ کرنے پر ہوا لیکن دیوبندی بریلوی اختلاف کی کوئی حقیقی بنیاد میرے علم میں نہیں کیونکہ یہ دونوں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں۔ عقائد میں یہ دونوں امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی کو اپنا مقتدیٰ تصوّر کرتے ہیں تزکیہ و احسان میں ہر دو فریق اولیاء اللہ کے سلاسل اربعہ قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں یعنی دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں۔ صحابہ عظام تابعین کرام اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح کی تقلید کے علمبردار حضرت مجدد الف ثانی، امام ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں۔ ہر دو گروہ اولیاء اللہ اور صوفیاء عظام کو امت کا روح رواں گردانتے ہیں جن سے ملت اسلامیہ کی باطنی حیات وابستہ ہے جو اصل حیات ہے۔ دونوں ان مبلغینِ اسلام اور خدام انسانیت کی محبت و عقیدت کو ایمان کے تحفّظ کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں اور ان کی کفش برداری کو سعادت دارین جانتے ہیں۔ اس بناء پر ان دونوں کے درمیان اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی تاہم بعض فروعی مسائل کی تعبیر میں

اختلاف ضرور رونما ہوا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور و بشر، عالم الغیب، حاضر و ناظر اور مختار کل وغیرہ مسائل ما بہ النزاع ہیں ان مسائل میں جس فریق کا عمل قرآن حکیم، احادیث نبوی، تعامل صحابہؓ اور فقہ حنفی کے مطابق ہوگا وہی حق بجانب سمجھا جائیگا یہاں ان کی تشریح کا موقع نہیں۔ بہرحال افراط و تفریط کے درمیان راہ اعتدال پر گامزن ہونا آسان نہیں ــــ ارشاد نبوی ہے۔ ماضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدال (ابن ماجہ) یعنی نہیں گمراہ ہوتی کوئی قوم ہدایت کے بعد مگر ان کو جھگڑے میں ڈال دیا جاتا ہے ــــ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ بعثت نبوی کے بعد جس طرح سابق شریعتیں منسوخ ہوگئیں ہیں اسی طرح اب قیامت تک کے لئے نبوت کا دروازہ بھی بند ہوگیا ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد صرف آپ ہی کی ذات گرامی ہے جس کے ذریعہ حق تعالےٰ کی پسند و ناپسند معلوم کی جاسکتی ہے اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔ آپ کے ذریعہ ہمیں جو آئین شریعت دیا گیا ہے وہ کامل و مکمل ہے اس کی تکمیل کا اعلان آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے سے تین ماہ قبل میدان عرفات میں واشگاف الفاظ میں کردیا گیا تھا اب نہ تو اس میں کمی ہوسکتی ہے اور نہ کسی اضافے کی گنجائش ہے پس عقائد و اعمال، اخلاق و معاملات اور عبادات و خصائل میں آپ نے جو طریقہ اپنایا۔ اسی کے اپنانے ہی میں ہم سب کی نجات ہے اور جن چیزوں سے آپ نے منع فرمایا اس سے احتراز ہم سب پر لازمی ہے، آپ کا ارشاد ہے "میرے صحابہؓ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سب سے پسندیدہ لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے اس کے بعد جھوٹ کا ظہور ہوگا (مشکوٰۃ شریف)

جیسا کہ سب جانتے ہیں دیوبند اور بریلی ابتداً دو درس گاہوں کا نام تھا لیکن اب یہ دو مکاتب فکر کی صورت اختیار کرچکے ہیں اور کسی بھی تعلیم گاہ کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں سے اچھے انسان اور بہتر مسلمان ڈھل کر نکلیں اور یہ اخلاق نبوی کا اچھا نمونہ ثابت ہوں جو ہر قسم کے گروہی اور فرقہ وارانہ تعصب سے پاک ہوں۔ آغاز میں نسل آدم ایک گھرانہ تھی پھر گروہوں میں بٹ گئی اور یہ گروہ آپس میں الجھنے اور ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگے اور اللہ کی اس حسین سرزمین کو عناد و فساد کا اکھاڑہ بنا دیا۔ اب فکر انسانی تاریخ کے اسی موڑ پر آپہنچی ہے۔ مفکر اور دانشور انسانوں کو اقدار مشترکہ پر جمع کرنے کی سبیل سوچ رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی حکومتیں بے جبر اکراہ وفاق میں بدل رہی ہیں اور اقوام متحدہ جیسے عالمی ادارے معرض وجود میں آرہے ہیں۔

غور فرمائیے کہ اتفاق و اتحاد کی اس عالمگیر فضا میں ہمارے یہ ناشائستہ اختلافات کس درجہ انوکھا اور بھونڈے معلوم ہوتے ہیں جب کہ اسلام نے جبر و کراہ سے روکا۔ اور اعتصام بحبل اللہ کی تعلیم سے ہمیں نوازا ہے۔ یہ شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہل قرآن و اہل حدیث کے جھگڑے تاریخ کا المیہ اور پاکستان کی سالمیت کے لئے کس قدر خطرہ ہیں ہر مسلک کے اہل علم و دانش اور مختلف مکاتیب کے ارباب فکر و نظر کا فرض ہے کہ مل کر کوشش کریں اگر یہ اختلافات بالکل ختم نہ بھی ہوں تو اس حد تک کم ضرور ہونا چاہئیں جس سے ایک دوسرے کو گردن زدنی قرار دینے کے بجائے باہم شیر شکر ہوکر اسلام اور وطن عزیز پاکستان کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوکر دشمنان ملت کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع کرسکیں۔

حضرت اقدس نے ڈاکٹر بالجن سے پوچھا کہ آپ کا پاکستان کیسے آنا ہوا؟

ڈاکٹر بالجن نے کہا:۔

میں نے اپنی تعلیم کے بعد علم الکلام پر عبور حاصل کیا۔ پھر انگلش، جرمن عربی اور فرنچ زبانیں سیکھیں۔ فرنچ زبان میں ایک مضمون چھپا جس میں لکھا تھا کہ لوگوں نے سرسید احمد خان کو سمجھا ہی نہیں۔ مجھے اس کا شوق ہوا۔ میں نے اردو زبان سیکھی۔ پھر سرسید پر پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل

کی۔ سرسید کی شخصیت کے مطالعے کے دوران میں نے حضرت شاہ ولی اللہ کا تذکرہ پڑھا۔ مجھے اسی دوران حضرت شاہ ولی اللہ کی شخصیت میں دلچسپی پیدا ہوگئی۔ میں نے اس کے لئے عربی اور اردو کی بے شمار کتابیں اور تفاسیر پڑھیں۔ ۱۹۶۹ء میں کراچی آیا ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے ملا۔ پھر اسلام آباد میں ڈاکٹر ہالے پوتہ ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی سے ملاقات ہوتی۔ میں نے علی گڑھ میں بھی تین ماہ گذارے۔ اب پاکستان آیا ہوں تو آپ سے ملاقات کی خواہش یہاں لے آئی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میری خواہش ہے میں حضرت شاہ ولی اللہ کی شخصیت پر کام کروں میں نے اسلام آباد میں ڈاکٹر ہالے پوتا سے کہا ہے کہ آپ اندر ہیں اور میں باہر ہوں۔ جتنا کام میں کر سکتا ہوں آپ سے مشکل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ سوشلسٹ خیالات کے حامی تھے۔ میرے خیال میں وہ نہ تو سوشلسٹ تھے اور نہ ہی استعمار پسند۔ وہ اللہ والے تھے اور عالم مثال کی باتیں کرتے تھے۔ وہ حقیقت میں ایک بہت بڑے صوفی تھے۔

اس ملاقات میں اور بھی بہت سی چیزیں زیر بحث آئیں۔ ملاقات کے آخر پر حضرت اقدس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت پر ہمارے اخبارات میں تفصیل سے مضامین آنے چاہئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ڈاکٹر صاحب اسلام کی ایک زندہ کرامت ہیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ انہیں اسلام کی دولت سے ضرور مالا مال کرے گا۔

۱۱ ردسمبر کو مدرسہ قاسم العلوم کی لائبریری میں شاہ ولی اللہ سوسائٹی کے زیر اہتمام بعد مغرب ایک فکری نشست زیر صدارت حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ منعقد ہوئی۔ اس سوسائٹی کے معتمد جناب مولانا عبدالرؤف فاروقی مقرر ہوئے ہیں ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد مغرب اس کا اجلاس حضرت اقدس کی زیر صدارت مدرسہ قاسم العلوم میں منعقد ہوتا ہے۔ اس میں مختلف موضوعات پر جدید علماء، فضلاء ڈاکٹر، پروفیسر اور وکلاء اپنے اپنے مقالہ جات پیش کرتے ہیں۔ اس نشست میں شہر کے جید علماء کرام حضرت مولانا حمیدالرحمٰن صاحب، مولانا عبدالحی اعوان مولانا میاں عبدالرحمٰن، مولانا قاری مقبول الرحمٰن اور دوسرے حضرات نے شرکت کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ اس سوسائٹی کے قیام سے انشا واللہ بہت سی چیزیں سامنے آئیں گی مجھے امید ہے کہ یہ دانشور اپنے عزم اور ہمت سے اس سلسلہ کو آگے بڑھائیں گے. حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہر کام کے شروع میں مصائب و آلام سے گذرنا پڑتا ہے تب جاکر کامیابی حاصل ہوتی ہے ؎

یہ بستی بسانا کھیل نہیں یہ بستے بستے بستی ہے

حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ جب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو انگریز ہتھکڑی لگاکر یہاں لایا تو شروع میں فاقہ کشی تک بھی نوبت آئی۔ ایک دفعہ امروٹ شریف اپنے شیخ کے یہاں جانا چاہتے تھے اس کے لئے کرایہ بھی نہیں تھا۔ گھر میں بعض اوقات سبزی ابال کر کھانا پڑی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھ سے خود کپڑے دھوتے اور صابن بھی خود بناتے تھے۔ اُسے دکاندار کو دے کر کبھی آٹا دال وغیرہ لے آتے۔ ایک دفعہ ایک دکاندار کہنے لگا کہ سارا صابن مجھے دے دیا کرو کیونکہ حضرت صابن بہت اچھا بناتے تھے۔ چنانچہ اُسی دن سے صابن بنانا بند کر دیا۔ کہ کہیں یہ میرا دین سے ہٹنے کا سبب نہ بن جائے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساری عمر دنیا کے لئے "ککھ بھن کے دوہرا نئیں کیتا"۔ (میں نے دنیا کے لئے کبھی تنکا بھی نہیں توڑا"۔ ہمیشہ دین کے لئے کام کیا۔ اللہ نے اس کے بدلے آپ کو دین اور دنیا دونوں سے نوازا۔

اس فکری نشست میں مولانا سعیدالرحمٰن علوی نے اپنا مقالہ پیش کیا جو خدام الدین میں شائع ہوچکا ہے

شاہ ولی اللہ سوسائٹی کے زیر اہتمام اس سلسلہ کی دوسری نشست ۸ رجنوری بروز ہفتہ بعد مغرب مدرسہ قاسم العلوم میں زیر صدارت حضرت

اقدس دامت برکاتہم العالیہ منعقد ہوئی اس نشست میں جناب علوی صاحب کے مقالہ "شاہ ولی اللہ کا نظریہ اجتہاد" کے بعد حضرت اقدس نے اپنا مقالہ "مولانا عبید اللہ سندھی کا آخری سفر دیوبند" پڑھ کر سنایا۔ یہ مقالہ خدام الدین میں شائع ہو چکا ہے اس کا مطالعہ بہت سی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

۲۰ ر ۲۱ رجنوری بروز جمعرات جمعہ شیخ التفسیر میموریل ہال میں جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کنونشن منعقد ہوا۔ کنونشن کی مختلف نشستوں سے عراق کے نائب سفیر، ڈاکٹر علامہ خالد محمود، مولانا زاہد الراشدی، مولانا میاں محمد اجمل قادری، مولانا سعید الرحمٰن علوی، مولانا حمید الرحمٰن عباسی، مولانا حبیب گل، جناب جاوید ابراہیم پراچہ، جناب میاں محمد عارف ایڈووکیٹ، جناب ندیم اقبال اعوان اور دوسرے مقررین نے خطاب کیا۔ حضرت اقدس نے اجتماع کی دو مختلف نشستوں سے خطاب فرمایا اور ایک نشست میں نو منتخب عہدیداران سے حلف وفاداری بھی لیا۔

۲۲ رجنوری بروز ہفتہ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ ایک روزہ جماعتی دورہ پر ڈسکہ اور گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ ڈسکہ میں دار العلوم مدنیہ میں کارکنان سے خطاب فرمایا اور مولانا فیروز خان صاحب کی عیادت کی موصوف گذشتہ دنوں ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے تھے ــــ اب بحمد اللہ رو بصحت ہیں۔ حضرت اقدس نے گوجرانوالہ میں ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس میں اپنا جماعتی مؤقف پیش کیا اور بعد مغرب مدرسہ نصرت العلوم جامع مسجد نور میں مجلس ذکر کرائی ــــ ہزاروں افراد نے اس روح پرور اجتماع میں شرکت فرمائی۔ حضرت اقدس نے مجلس ذکر کے پُر جوش اور باہمت کارکنان سے خطاب کرتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ رات بعد عشاء ماڈرن سوپ فیکٹری والوں کے ہاں بچوں کی شادیوں کی تقریب میں شرکت فرمائی۔ حضرت اقدس مختلف ساتھیوں کے گھروں میں دعا کے لئے بھی تشریف لے گئے اور رات تقریباً دو بجے گوجرانوالہ سے واپسی ہوئی۔

اسی روز مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے نواں شہر محلہ نجرانوالہ شیخوپورہ میں بعد نماز مغرب مجلس ذکر منعقد کرائی اور بعد میں خطاب فرمایا۔ شیخوپورہ سے فراغت کے بعد میاں صاحب بھی گوجرانوالہ تشریف لے گئے اور حضرت اقدس کے ساتھ واپسی ہوئی۔

۲۶ رجنوری بروز بدھ رات دس بجے امریکن ہسپتال لاہور میں منشی گلزار احمد انتقال فرما گئے ــــ إنّا لِلّٰہ و إنّا الیہ راجعون۔ منشی گلزار احمد صاحب مرحوم نے تیس برس تک خدام الدین میں اپنی خدمات انجام دیں۔ اس سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ان کے والد جناب منشی سلطان احمد مرحوم خدمات انجام دیتے رہے اور حضرت لاہوریؒ کی ذاتی ڈاک کا جواب بھی انہی کے ذمہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالےٰ منشی گلزار احمد مرحوم کو اعلیٰ درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

حضرت اقدس نے ۲۷ رجنوری کو صبح آٹھ بجے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ کے سامنے نابینا بچوں کے سکول میں منشی صاحب مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد میّت تدفین کے لئے اُن کے آبائی گاؤں لے جائی گئی۔ حضرت اقدس نماز جنازہ پڑھانے کے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں منشی صاحب کے لئے دعاء مغفرت فرمائی مدرسۃ البنات کی بچیوں نے منشی صاحب کے لئے دو دفعہ ختم قرآن کوایا اور حضرت اقدس نے وہاں جا کر دعاءِ مغفرت فرمائی۔

۲۷ رجنوری بروز جمعرات افغان مجاہدین کے نمائندے اور صوبہ پکتیا افغانستان کے کمانڈر مولانا عبد الحمید رحیمی اپنے افغان مجاہدوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ رات بعد نماز عشاء مجلس ذکر کے بعد انہوں نے جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ حضرت اقدس نے اپنے خطاب میں افغان

مجاہدین کے جذبۂ حریت کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ اور لوگوں کو ان مجاہدین کی امداد کرنے کو کہا۔ انجمن خدام الدین نے اس سلسلہ میں حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی کو مقرر کیا ہوا ہے۔ اس دفعہ بھی ایک ٹرک جس میں آٹا، گڑ اور دوسری ضروری اشیاء شامل تھیں۔ افغان مجاہدین کے حوالہ کیا گیا۔

۳ رفروری بروز جمعرات صاحبزادہ مکرم جناب مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب ۲ بجے ساہیوال تشریف لے گئے۔ جمعیۃ طلباء اسلام کے سابق راہنما جناب عبد المتین چوہدری کی شادی میں شرکت فرمائی۔ نماز جمعہ تلمبہ میں مدرسہ اعزاز العلوم میں پڑھائی۔ نماز جمعہ کے بعد ایک روح پرور اجتماع سے میاں صاحب نے ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ آپ نے اسلاف کے عظیم کارناموں پر بالتفصیل روشنی ڈالی اور لوگوں کو اعمال صالح کرنے کی تلقین فرمائی۔ خطاب کے بعد سینکڑوں نوجوانوں نے حضرت میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ رات تلمبہ سے دو میل دور ایک قصبہ رئیس آباد میں مجلس ذکر منعقد کرائی اور جناب میاں اللہ بخش کے ہاں رات کے کھانے میں شرکت فرمائی۔ اور رات کو وہیں قیام فرمایا۔ اگلی صبح میاں چنوں میں ساتھیوں سے ملاقات فرمائی اور پھر ساہیوال میں جناب عبد المتین چودھری ایڈووکیٹ کی دعوت ولیمہ میں شرکت فرمائی۔

۸ رفروری بروز منگل۔ پروفیسر محمد سرور صاحب، علامہ خالد محمود صاحب اور مولانا سعید الرحمٰن علوی صاحب اور مولانا عبد الرزاق شجاع آبادی تشریف لائے اور بعد ظہر حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں ملاقات کی۔ جس موضوع پر زیادہ گفتگو ہوئی وہ تھا روس کا انقلاب اور ہمارا مؤقف ــــ اس کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات پر خوب تفصیلی گفتگو ہوئی۔

ادھر چھوٹی جامع مسجد شیرانوالہ میں گذشتہ دو ماہ سے جاری قرآنی کلاس کا اختتام ہو گیا ہے۔ قرآنی کلاس کے اختتام پر طلباء کا امتحان لیا گیا نتائج کا اعلان چند روز بعد کیا جائے گا پاس ہونے والے طلباء کو ایک پُر وقار تقریب میں اسناد اور انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔ اس کے بعد دو ماہ کی حدیث شریف کی کلاس شروع کی جائے گی۔ اللہ تعالےٰ ان تمام نوجوانوں کو جنہوں نے اس قرآنی کلاس کا اہتمام کیا دین اور دنیا کی سرفرازیوں سے نوازے۔ آمین

گذشتہ دنوں پروفیسر رضاء اللہ خاں صدر پنجاب لیکچرز ایسوسی ایشن حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ پروفیسر صاحب حضرت دینپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین اور جاں نثاروں میں سے ہیں۔ موصوف سے مختلف امور پر تبادلہ خیالات ہوا ــــ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے انہیں بہت سی دعاؤں سے نوازا۔

گذشتہ روز مولوی رفیق صاحب پروپرائٹر جالندھر سویٹ شاپ اندرون شیرانوالہ گیٹ انتقال فرما گئے ــــ انّا لِلّٰہ و انّا الیہ راجعون۔

مرحوم مولوی رفیق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے معتقد اور حضرت اقدس کے بچپن کے ساتھیوں میں سے تھے۔ مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے میانی قبرستان میں نماز جنازہ پڑھائی ــــ اللہ تعالےٰ کروٹ کروٹ جنت و مغفرت سے نوازیں۔ آمین۔ الہ العالمین!

گلدستہ صد احادیث نبوی

ترجمہ و تشریح: حضرت لاہوریؒ چھپ گیا ہے۔

هدیہ: -/۲ روپے

تاجر حضرات کیلئے کمیشن حسب ذیل ہوگی:-

۵ عدد سے ۵۰ عدد تک	۱۰ فیصد
۵۱ سے ۱۰۰ تک	۱۲½ فیصد
۱۰۰ عدد سے زائد پر	۲۵ فی صد

انچارج شعبہ نشر و اشاعت

معذرت

انتظامیہ کے سہو کی وجہ سے گذشتہ شمارہ ۳۸ پر پانچ شماروں کے نمبر اکٹھے شائع ہو گئے تھے۔ اسے شمارہ ۳۸ تصوّر کیا جائے۔ موجودہ شمارہ بھی دو ہفتہ کا مشترکہ ہے۔ (ادارہ)

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۲۱/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۷/۲۰۷-۹ D.D مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۱۴۲ G/۲۰-۳ ۱۵۴۲۱۰ ۳۱ ء

اللہ اکبر

یا اللہ مدد	یا اللہ مدد
اللہ کی الٰہ العالمینی	اللہ کی ربّ العالمینی
امامت ہماری محمدیؐ	جہاد ہمارا صدیقیؓ!
ہلاکت برائے منافقت	جہاد خلافِ لادینی
قرآن وسنّت رہنما!	جماعتِ صحابہؓ رہبر
اللہ اکبر!	اللہ اکبر!
یا اللہ مدد	یا اللہ مدد

امیدوار بخشش شیخین صابر عفی عنہ، صدر کل پاکستان سنی کونسل، صابر سٹریٹ [illegible] اچھرہ لاہور